# اذان کے مسائل

## خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اذان دینا ثابت ہے یا نہیں:

سوال: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اذان واقامت کہی ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ و باللہ التوفیق

اذان واقامت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے صحابہ نے فرمائی ہے، اذان دینے والے چند مخصوص صحابہ ہیں اور جن کے ذمہ اذان دینا ہوتا ہے، ان ہی کو اقامت کہنے کا بھی حق ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

**محمد عثمان غنی۔۳/۲/۱۳۷۴ھ۔** (فتاویٰ امارت شرعیہ:۲/۱۱۱)

---

(۱) کسی بھی صحیح اور صریح روایت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اذان دینا ثابت نہیں ہے، البتہ ترمذی شریف کی ایک روایت میں یہ وضاحت ملتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفر میں اذان دی، جس پر محدثین نے کلام بھی کیا ہے اور دوسرا مفہوم بھی بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اذان دینے کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا حکم دیا، حضرت بلالؓ نے چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر اذان دی، اس لئے اذان کی نسبت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کردی گئی، ملاحظہ ہو: ترمذی شریف کی روایت:

**"عن عمرو بن عثمان بن یعلیٰ بن مرة عن أبيه عن جده:"هم كانوا مع النبي صلى الله عليه وسلم في سفر فانتهوا إلى مضيق فحضرت الصلوٰة فمطروا السماء من فوقهم والبلة من أسفل منهم،فأذن رسول الله صلى الله عليه وسلم و هو على راحلته وأقام فتقدم على راحلته فصلى بهم يومي إيماءً يجعل السجود أخفض من الركوع".(الجامع للترمذى ،باب ماجاء فى الصلاة على الدابة فى الطين والمطر: ۹۴/۱)(ح: ۴۱۱)**

اس روایت کے متعلق امام ترمذی فرماتے ہیں:

**هذا حديث غريب تفرد به عمربن الرماح البلخي لايعرف إلا من حديثه" .**

یعنی یہ حدیث غریب ہے، تنہا عمر بن رماح بیان کرنے والے ہیں، سہیلی اور علامہ نووی اسی روایت کی بنیاد پر اس بات کے قائل ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفر میں اذان دی ہے، لیکن مسند احمد میں یہی روایت ہے، جس میں بجائے **"أذّن رسول اللّٰه"** کے **"فأمر المؤذن فأذّن وأقام ثم تقدم رسول الله صلى الله عليه وسلم على راحلته"** ہے، یعنی مؤذن کو حکم دیا، مؤذن نے اذان واقامت کہی، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر آگے بڑھے اور نماز پڑھائی، ملاحظہ ہو! مسند احمد کی پوری روایت:

**"عن عمرو بن عثمان بن يعلى بن مرة عن أبيه عن جده أن رسول الله صلى الله عليه وسلم انتهى إلى مضيق هو و أصحابه وهو على راحلته والسماء من فوقهم والبلة من أسفل منهم فحضرت الصلوٰة فأمر المؤذن فأذن وأقام ثم تقدم رسول الله صلى الله عليه وسلم على راحلته فصلى بهم يومي إيماءً يجعل السجود أخفض من الركوع أو يجعل سجوده أخفض من ركوعه".(مسند أحمد: ۱۸۴/۵)(ح:۱۷۵۷۳)حديث يعلى بن مرة الثقفى)** ==

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اذان دینے کا ثبوت:

سوال: کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان نہیں دی ہے؟

هــو المصــوب

بعض روایتوں سے بظاہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اذان دینے کا ثبوت ملتا ہے۔

**عن الشعبی عن عبد اللّٰہ بن زید الأنصاری - رضی اللّٰہ عنہ - قال:سمعت أذان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فکان أذانہ وإقامتہ مثنٰی مثنٰی.(۱)**

== حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے، ان کا رجحان اس بات کی طرف ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اذان دینا ثابت نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباریؒ میں پہلے سہیلی اور امام نوویؒ کے نظریہ کو بیان کیا ہے، پھر مسند احمدؒ کی مذکورہ روایت کو پیش کر کے یہ لکھا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ ترمذیؒ کی روایت مختصر ہے، اور ''أذّن رسول اللّٰہ'' کا مطلب یہ ہوا کہ '' أمر بلالاً''، یعنی حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا حکم دیا اور اس روایت میں اذان کی نسبت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی ہی ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ خلیفہ نے فلاں عالم کو ایک ہزار دیا، حالانکہ دینے والا کوئی دوسرا شخص ہوتا ہے، دینے کی نسبت خلیفہ کی طرف اس لئے ہوتی ہے کہ خلیفہ کے حکم سے دینے والا دیتا ہے۔ اسی طرح یہاں پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت بلالؓ نے اذان دی، اس لئے ترمذیؒ شریف کی روایت میں اختصاراً اذان کی نسبت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کردی گئی، ملاحظہ ہو!: فتح الباریؒ کی پوری عبارت:

**ومما کثر السوال عنہ هل باشر النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم الأذان بنفسہ،وقد وقع عند السهیلی:'' أن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم أذن فی سفر وصلی بأصحابہ وهم علٰی رواحلهم السماء من فوقهم والبلة من أسفلهم''.أخرجہ الترمذی من طریق تدور علٰی عمر بن الرماح یرفعہ إلٰی أبی هریرة،اھ،ولیس هو من حدیث أبی هریرة وإنما هو من حدیث یعلٰی بن مرة،وکذا جزم النووی بأن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم أذن مرة فی السفر وعزاہ الترمذی وقواہ،ولکن وجدناہ فی مسند أحمد من الوجہ الذی أخرجہ الترمذی ولفظہ''فأمر بلالا فأذن''فعرف أن فی روایة الترمذی اختصارًا وأن معنی قولہ ''أذن''أمر بلالاً بہ کما یقال أعطی الخلیفة العالم الفلانی ألفاً،وإنما باشر العطاء غیرہ ونسب للخلیفة لکونہ آمرًا بہ''.(فتح الباری: ۶۴/۲)(قولہ باب بدء الأذان/کذافی شرح الزرقانی علی الموطأ،باب ماجاء فی النداء للصلاة: ۲۶۳/۱،انیس)**

خلاصہ یہ ہے کہ سفر یا حضر میں کسی جگہ بھی صحیح اور صریح روایت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اذان دینا ثابت نہیں ہے، البتہ ترمذیؒ کی ایک روایت سے ایک سفر میں اذان دینے کا کچھ ثبوت بھی ملتا ہے، تو اولاً اس روایت پر کلام ہے، ثانیاً اس میں اختصار ہے۔ دوسرے طرق سے اس کا مفہوم بھی یہی متعین ہوتا ہے کہ حضرت بلالؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اذان واقامت کہی اور یہ بات سمجھ میں بھی آتی ہے، اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن خاص حضرت بلالؓ سفر وحضر ہر جگہ ساتھ رہا کرتے تھے اور وہی اذان واقامت کہتے تھے۔ [مجاہد]

**(۱) المسند الصحیح لأبی عوانة،کتاب الصلاة: ۳۱/۱،بحوالہ آثار السنن،ص: ۱۱۱،ح: ۲۳۶.(المستخرج لأبی عوانة،باب بیان أذان أبی محذورة وایجاب الترجیع (ح: ۹۶۵)انیس)**

البتہ صحیح رائے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان نہیں دی، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی۔(۱)

تحریر: محمد طارق ندوی۔تصویب: ناصر علی ندوی۔(فتاویٰ ندوۃ العلماء:۳۴۹/۱) ☆

## اذان کا شرعی حکم:

سوال: اذان کا شرعی حکم کیا ہے؟اور کن کن نمازوں کے لئے اذان دینی چاہئے؟

الجواب

اذان پانچ وقتہ نمازوں اور جمعہ کی نماز کے لئے دینا سنت مؤکدہ ہے،(۲) فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اگر پوری قوم

(۱) وفی شرح البخاری لابن حجر: ومما یکثر السوال عنه،هل باشر النبی صلی اللّٰه علیه وسلم الأذان بنفسه؟ وقد أخرج الترمذی: أنه علیه السلام أذن فی سفروصلی بأصحابه ، وجزم به النووی وقواه ولكن وجد فی مسند أحمد من هذا الوجه"فأمربلا لا فأذن" فعلم أن فی روایة الترمذی اختصارًا وأن معنی قوله"أذن"أمربلا لاً.(رد المحتار،آخرباب الأذان،مطلب هل باشر النبی صلی اللّٰه علیه وسلم الأذان بنفسه:۷۱/۲)

☆ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اذان دینے کا ثبوت:

مسئلہ: عوام میں یہ بات مشہور ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی اذان نہیں دی،مگر تقریرات رافعی میں علامہ سیوطی رحمہ اللہ کے حوالہ سے ایک مرسل روایت نقل کی گئی ہے،جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اذان دی ہے۔(الحجة علیٰ ما قلنا ما فی الحدیث النبوی:عن یعلیٰ بن مرة عن أبیه عن جده:"أنهم كانوا مع النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم فی سفرفانتهوا إلیٰ مضیق فحضرت الصلاة فمطروا السماء من فوقهم والبلة من أسفل منهم،فأذن رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم وهوعلیٰ راحلته وأقام،فتقدم علیٰ راحلته فصلیٰ بهم،یؤمی إیماءً یجعل السجود أخفض من الركوع".(جامع الترمذی:۹٤/۱،أبواب الصلاة،باب ما جاء فی الصلاة علی الدابة)(ح:٤۱۱)

ما فی تقریرات الرافعی علیٰ حاشیة الشامیة:ذكرالسندی ما نصه،وفی السراج:روی عقبة بن عامرقال:كنت مع رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم فی سفرفلما زالت الشمس أذن بنفسه وأقام وصلی الظهر.

وقال السیوطی:ظفرت بحدیث آخرمرسل أخرجه سعید بن منصورفی سننه قال:"أذن رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم مرة فقال:"حی علی الصلاة"وهٰذه روایة لا تقبل التأویل.(٦٥/۱۳،باب الأذان)

(كذا فی العنایة شرح الهدایة،باب الأذان: ۲٤۹/۱.انیس)

ما فی الدرالمختارمع الشامیة:وفی الضیاء:أنه علیه الصلاة والسلام أذن فی سفربنفسه وأقام وصلی الظهر.(۲/ ۲۷۱،باب الأذان،مطلب هل باشرالنبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم الأذان بنفسه؟/الفقه الإسلامی وأدلته:۷۲۰/۲، أحكام الإقامة)(اہم مسائل:۵۹/۳)

(كذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح،باب الأذان: ۱۹۷/۱.انیس)

(۲) ﴿وَاِذَا نَادَیْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّ لَعِباً﴾.(سورة المائدة:۵۸) ==

بالاتفاق اذان ترک کردے، تو اس کے ساتھ قتال کیا جائے، البتہ پانچ وقتہ نماز اور جمعہ کی نماز کے علاوہ دیگر نمازوں مثلاً صلوٰۃ کسوف وخسوف، تراویح یا جنازہ وغیرہ کے لئے اذان نہیں دی جائے گی۔

**لما قال العلامة الحصكفي:**

**"(وهو سنة) للرجال في مكان عالٍ (مؤكدة) هي كالواجب في لحوق الإثم (للفرائض) الخمس (في وقتها ولو قضاءً) لأنه سنة للصلوٰة حتى يبرد به لا للوقت (لا) يسن (لغيرها) كعيد.**

**قال ابن عابدين تحت قوله كعيد: أي ووتر وجنازة وكسوف واستسقاء وتراويح الخ. (رد المحتار، باب الأذان، مطلب في المواضع التي يندب لها الأذان في غير الصلاة: ٣٨٤/١) (١) (فتاویٰ حقانیہ: ۴۶/۳)**

## اذان اور اقامت کی اہمیت:

سوال: از روئے شرع اذان اور اقامت کی اہمیت کیا ہے؟ اگر سنت کے حوالہ سے کہیں چھوڑ دی جائے، تو اس کا نتیجہ کیا رہے گا؟

---

== "أن ابن عمر رضي الله عنهما كان يقول: "كان المسلمون حين قدموا المدينة يجتمعون فيتحينون الصلوٰة ليس ينادى لها فتكلموا يوماً في ذلك، فقال بعضهم: "اتخذوا ناقوسًا مثل ناقوس النصارى"، وقال بعضهم: "بل بوقا مثل قرن اليهود"، فقال عمر رضي الله عنه: "أولا تبعثون رجلاً ينادي بالصلوٰة"؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "يا بلال! قم فنادِ بالصلوٰة". (الصحيح للبخاري، باب بدأ الأذان (ح: ٦٠٤) / الصحيح لمسلم، باب بدأ الأذان (ح: ٣٧٧) / مصنف عبدالرزاق الصنعاني، باب بدء الأذان (ح: ١٧٧٦) / مسند الإمام أحمد (ح: ٦٣٥٧)

"عن عبد الله بن زيد بن عبد ربه رضي الله عنه قال: "لما أمر النبي صلى الله عليه وسلم بالناقوس يعمل ليضرب به للناس لجمع الصلوٰة، طاف بي وأنا نائم رجل يحمل ناقوسًا في يده، فقلت له: "ياعبد الله أ تبيع الناقوس"؟ فقال: ما تصنع به؟ فقلت: "ندعوبه إلى الصلوٰة"، قال: أفلا أدلك على ما هو خير من ذلك؟ فقلت له: بلى، قال: "تقول الله أكبر، ألله أكبر...، فذكر الأذان والإقامة، قال: فلما أصبحت أتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فأخبرته بما رأيت، فقال: "إنها لرؤيا حق إن شاء الله، فقم مع بلال"، فجعلت ألقيها عليه ويؤذن به، قال: "سمع ذلك عمر بن الخطاب رضي الله عنه. وهو في بيته فخرج يجرر داءه يقول: "والذي بعثك بالحق يارسول الله! لقد رأيت مثل ما رأى"، فقال عليه الصلوٰة والسلام: "فلله الحمد". (سنن ابن ماجة، باب بدء الأذان (ح: ٧٠٦) / سنن أبي داؤد، باب كيف الأذان (ح: ٤٩٩) / مسند أحمد، حديث عبدالله بن زيد بن عبدربه (ح: ١٦٤٧٨) / المنتقى لابن الجارود، باب ماجاء في الأذان (ح: ١٥٨) / صحيح ابن حبان، ذكر الخبر المصرح بأن النبي صلى الله عليه وسلم (١٦٧٩) انيس)

(١) قال العلامة صدر الشريعة: "وهو سنة للفرائض الخمس والجمعة وليس بسنة في النوافل". (شرح الوقاية)

قال العلامة عبد الحي اللكهنوي (تحت قوله وليس بسنة في النوافل): أراد بالنوافل ماسوى الفرائض فإن كل ماوراء الفرائض نافلة، أي زائدة عليها. (السعاية: ٩/٢، باب الأذان)

الجواب

اذان اور اقامت، دین کے اہم امور میں سے ہیں، (۱) بعض کے نزدیک سنت مؤکدہ ہیں اور بعض کے نزدیک واجب ہیں، اگر کسی محلّہ والے دائمی اذان واقامت چھوڑ دیں، تو ان سے قتال کرنے کا بھی حکم ہے۔

**قال ابن عابدین: "(قوله هی کالواجب) بل أطلق بعضهم اسم الواجب علیه لقول محمد: " لو اجتمع أهل بلدة علیٰ ترکه قاتلتهم علیه ولو ترکه واحد ضربته وحبسته"، وعامة المشائخ علی الأول، والقتال علیه لما أنه من أعلام الدین وفی ترکه استخفاف ظاهر به".** (رد المحتار: ۱/۳۸٤، باب الأذان) (۲) (فتاویٰ حقانیہ: ۳/۵۰)

## اذان کی بے ادبی کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ فجر کی اذان کے وقت دو اشخاص میں یہ جھگڑا ہوا کہ ایک نے کہا کہ میں اذان دیتا ہوں اور دوسرے نے کہا کہ میں اذان دیتا ہوں، تو ایک شخص نے ۴ بجکر ۳۰ منٹ پر اذان دے دی اور دوسرے نے ۴ بجکر ۳۵ منٹ پر دے دی اور کہا کہ ۴ بجکر ۳۰ منٹ پر اذان دینا جائز نہیں ہے۔ دوسرے مؤذن نے یہ کہا جس نے ناجائز قرار دیا ہے، اس نے دراصل یہ الفاظ کہے ہیں کہ ۴ بجکر ۳۰ منٹ پر اذان دینا حرام ہے، لیکن ہم یہ الفاظ لکھنا پسند نہیں کرتے تھے، لیکن مسئلہ پوچھنا ہے؛ اس لئے لکھے گئے ہیں؟

(السائل: صوفی نثار احمد، بستی ساہو، ڈاکخانہ خاص ضلع ملتان شہر)

الجواب

دراصل کہنے والے کا مطلب یہ تھا کہ چونکہ یہ اذان قبل از وقت ہے اور قبل از وقت اذان دینا جائز نہیں ہے، ایسے کلام کے کہنے سے کوئی تعزیر یا گناہ لازم نہیں آتا۔ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ، مدرسہ قاسم العلوم، ملتان۔ (فتاویٰ مفتی محمود: ۱/۸٦۱)

(۱) عن مالک بن حویرث أتیت النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فی نفر من قومی فأقمنا عنده عشرین لیلةً وکان رحیماً رفیقاً فلما رأی شوقنا إلی أهالینا؛ قال: ارجعوا فکونوا فیهم وعلموهم وصلوا فإذا حضرت الصلاة فلیؤذن لکم أحدکم ولیؤمکم أکبرکم. (الصحیح للبکاری، باب من قال لیؤذن فی السفر مؤذن واحد (ح: ٦٢٨)/الصحیح لمسلم، باب من أحق بالإمامة (٦٧٤) انیس)

(۲) قال ابن نجیم: (قوله سن للفرائض) أی سن الأذان للصلوٰة الخمس والجمعة سنة مؤکدة قویة قریبة من الواجب حتیٰ أطلق بعضهم علیه الوجوب ولهذا قال محمد: " لو اجتمع أهل بلد علیٰ ترکه قاتلناهم علیه"، وعند أبی یوسف یحبسون ویضربون و هو یدل علیٰ تأکده لاعلیٰ وجوبه لأن المقاتلة لما یلزم من الاجتماع علیٰ ترکه من استخفافهم بالدین بخفض أعلامه لأن الأذان من أعلام الدین. (البحر الرائق: ۱/۲٥٥، باب الأذان)

(۳) کذا فی الدر المختار مع رد المحتار: (فیعاد أذان وقع) بعضه (قبله) کالإقامة. (الدر المختار) ==

## بدون اذان کے جماعت کرنا:

سوال: اگر اذان کے بغیر مسجد میں یا بیرون مسجد جماعت کی جائے، تو نماز ہو جائے گی، یا اس میں کچھ فساد آئے گا؟ اور اگر وقت سے پہلے اذان کہی، تو اس کا کیا حکم ہے؟ عموماً صبح کی اذان نقشہ میں صبح صادق کے درج شدہ وقت کے فوراً ہی بعد کہہ دی جاتی ہے، حالانکہ مشاہدہ سے ثابت ہے کہ اس وقت صبح نہیں ہوتی، کیا یہ درست ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

نماز تو ہو جاتی ہے، لیکن سنت مؤکدہ ترک کرنے کا سخت گناہ ہوگا، البتہ اگر اسی شہر کی کسی ایک مسجد میں اذان ہو گئی ہو اور ان لوگوں نے سنی ہو، تو اذان ترک کرنے سے گنہگار نہ ہوں گے۔

**قال فی شرح التنویر:**

**(وهو سنة) للرجال فی مكان عالٍ (مؤكدة) هی كالواجب فی لحوق الإثم.** (الدر المختار)

**وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: (قوله هی كالواجب)... قال فی النهر: ولم أر حكم البلدة الواحدة إذا اتسعت أطرافها كمصر، والظاهر أن أهل كل محلة سمعوا الأذان ولو من محلة أخرىٰ يسقط عنهم لا إن لم يسمعوا" آه.** (ردالمحتار: ۳۵۷/۱)(۱)

جب تک صبح ہونے کا یقین نہ ہو، اذان درست نہیں۔ اگر اذان کا ایک کلمہ بھی وقت سے پہلے ہو گیا، تو اذان کا اعادہ لازم ہے۔

**قال فی العلائية: "(فيعاد أذان وقع) بعضه (قبله) كالإقامة خلافاً للثانی فی الفجر".** (الدر المختار)

**وفی الشامية: (قوله خلافاً للثانی) هذا راجع إلى الأذان فقط فإن أبا يوسف يجوز الأذان قبل الفجر بعد نصف الليل، ح.** (رد المحتار: ۳۵۸/۱)(۲) **فقط والله تعالىٰ أعلم**

۲۹ / ذیقعدہ ۱۳۸۸ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۲۸۱/۲-۲۸۲)

---

== (قوله وقع بعضه) وكذا كله بالأولىٰ، (قوله كالإقامة) أی فی أنها تعاد إذا وقعت قبل الوقت، الخ. (كتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب فی المواضع التی يندب لها الأذان فی غير الصلاة: ۳۸۵/۱، طبع ایچ ایم سعید، کراچی)

هكذا فی بدائع الصنائع: وقت الأذان والإقامة: فوقتهما ماهو وقت الصلوات المكتوبات، حتىٰ لو أذن قبل دخول الوقت لايجزئه ويعيده إذا دخل الوقت فی الصلوات، الخ. (كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱۵٤/۱، طبع رشيدية كوئٹة)

هكذا فی الهندية: تقديم الأذان على الوقت فی غير الصبح لايجوز اتفاقاً ... وإن قدم يعاد فی الوقت الخ، (كتاب الصلاة، باب الأذان: ۵۳/۱، طبع بلوچستان بكڈپو، كوئٹة)

(۱-۲) ردالمحتار، باب الأذان، قبيل مطلب فی المواضع التی يندب لها الأذان فی غير الصلاة، انيس

## اذان کے بغیر نماز:

سوال: تاڑی خانہ محبّ اللہ پور میں تقریباً پچاس تجار حضرات رہتے ہیں، وہاں کافی دور مسجد ہے۔ اس لیے کچھ دیندار حضرات ایک صاحب کی دکان کے پچھلے کمرہ میں نماز با جماعت کا نظم کرنا چاہتے ہیں، لیکن اس کمرہ میں صرف تین ہی نمازیں ظہر، عصر، مغرب ادا کی جائیں گی، کیوں کہ تجار حضرات فجر اور عشا کے وقت مسجد یا گھر پر ہی نماز ادا کریں گے، یا اپنے اپنے گھروں پر رہتے ہیں۔ مذکورہ صورت میں اذان کہنی ضروری ہے یا تکبیر سے نمازیں ادا ہو جائیں گی؟ مسجدوں کی اذانیں سنائی دیتی ہیں۔

هــو المصــوب

صورت مسئولہ میں اذان کے بغیر بھی نماز ہو جائے گی، لیکن اذان نہ صرف سنت ہے، بلکہ شعائر اسلام میں سے ہے اور اعلان توحید ہے۔ لہذا اذان کہہ کر نماز ادا کی جائے۔ (۱)

تحریر: محمد طارق ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۱/۳۵۰)

## سوال مثل بالا:

سوال: بغیر اذان کے اگر نماز شروع ہو جائے، تو کیا نماز کا توڑوانا صحیح ہے، یا نماز مکمل کرنا؟ اور اگر جان بوجھ کر یا بھولے سے نماز مکمل کر لی، تو ان دونوں صورتوں میں نماز ادا ہوگی کہ نہیں؟

هــو المصــوب

اگر بغیر اذان کے نماز شروع کی گئی، تو نماز درست ہو جائے گی، اذان نہ ہونے سے نماز کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ (۲)

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۱/۳۵۰)

---

(۱) وعـامة مشـائـخـنا قالوا: إنهما سنتان مؤكدتان ... والقولان لايتنافيان لأن ترك السنة المؤكدة والواجب سـواء خـصـوصًـا السـنـة التـي هـي من شعائر الإسلام فلا يسع تركها ومن تركها فقد أساء؛ لأن السنة المتواترة يوجب الإساءة وإن لم تكن من شعائر الإسلام فهذا أولٰى. (بدائع الصنائع: ۱/ ۳٦٤)

اذان اسلام کا اہم ترین شعار ہے؛ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا ذکر ہے؛ اس میں توحید و رسالت کی شہادت کا اعلان ہوتا ہے؛ جس سے اسلام کی شان و شوکت ظاہر ہوتی ہے۔ اگر کوئی شہر (گاؤں) والے اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اذان چھوڑ دی جائے تو ان لوگوں سے جنگ کی جائے گی کیوں کہ اذان کو چھوڑ نا دین کی کھلی توہین (استخفاف ظاہر) ہے۔ (شامی: ۱/۲۵۷) (طہارت اور نماز کے تفصیلی مسائل۔ انیس)

(۲) الأذان سنة للصلوات الخمس والجمعة دون ما سواهما للنقل المتواتر. (الهداية مع الفتح: ۱/۲٤۳)

ويـكـره أداء المكتوبات بالجماعة في المسجد بغير أذان وإقامة ولايكره تركهما لمن يصلي في المصر إذا وجد في المحلة ولا فرق بين الواحد والجماعة. (الفتاویٰ الهندية: ۱/ ٥٤، الفصل الأول في صفة الأذان وأحوال المؤذن)

## مسجد میں مؤذّن نہ ہو، تب بھی اذان کا اہتمام کریں:

سوال: کیا مسجد میں نماز ظہر کے وقت اذان دینا ضروری ہے؟ یہاں کوئی مؤذن مقرر نہیں ہے، جو کارکن پہلے آتا ہے، اذان دے دیتا ہے، اور بعض اوقات بھول جاتا ہے، اس طرح بغیر اذان کے نماز ہو جاتی ہے، اور ہم بھروسے میں رہتے ہیں کہ اذان ہوگئی، کیا بغیر اذان کے ہماری باجماعت نماز ہو جاتی ہے؟

الجواب

اذان کے بغیر نماز ہو جاتی ہے، مگر خلاف سنت ہوگی اور ترک سنت کا وبال ہوگا، مسجد میں اذان کا اہتمام ضروری ہے۔ فقہا نے لکھا ہے کہ جو جماعت اذان کے بغیر ہو، معتبر نہیں۔ بعد میں آنے والوں کو چاہیے کہ اذان کے ساتھ جماعت کرائیں۔ (۱)۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۰۰/۳)

## زیر تعمیر مسجد میں بھی اذان دی جائے:

سوال: کیا فرماتے علماء دین دریں مسئلہ کہ! ایک مسجد جس کی دیواریں تقریباً پانچ فٹ کی ہیں اور تعمیر ہو رہی ہے اور اس میں تین نمازیں باجماعت ادا کی جاتی ہیں اور اس میں اذان وغیرہ نہیں دیتے، سوال کرتے ہیں کہ مسجد نامکمل اور نئی ہے، اس لئے اذان دینا جائز نہیں ہے اور نماز بھی باجماعت ادا کی جاتی ہے، اب فرمائیے کہ اذان دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

بحالت مذکورہ اذان نہ چھوڑی جائے۔

ہدایہ میں ہے:

**"الأذان سنة للصلوات الخمس والجمعة لا سواها". (۲)**

اور ان لوگوں کا کہنا کہ مسجد نامکمل میں اذان نہ دی جائے، غلط ہے۔ اذان کے مسنون ہونے کے لئے مسجد شرط نہیں ہے، بلکہ اذان فرائض کے لئے مسنون ہے۔

---

(۱) **الأذان سنة لأداء المكتوبات بالجماعة ... ويكره أداء المكتوبة بالجماعة في المسجد بغير أذان و إقامة. (الفتاویٰ الهندية: ۵۳/۱-۵۴، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان)**

(۲) **الهداية، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۸۴/۱، طبع رحمانيه، لاهور)**

**هكذا في البحر الرائق: أي سن الأذان للصلوات الخمس والجمعة، الخ. (كتاب الصلاة، باب الأذان: ۲۵۵/۱، طبع ماجدية، كوئٹة)**

ردالمحتار میں ہے:

"وهو سنة مؤكدة للفرائض". (ص:۳۸۳)(۱)

بہر حال اذان کا ترک کرنا درست نہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود:۱/۸۶۵)

## جس مسجد میں پنج گانہ نماز نہ ہوتی ہو، اس میں بلا اذان نماز پڑھنے کا حکم:

سوال: ایک مسجد میں ایک شخص نماز ظہر کے وقت تنہا داخل ہوا، اس مسجد میں پابندی سے نماز نہیں ہوتی ہے، یہ معلوم ہے، تو ایسی صورت میں اس شخص کو تنہا نماز ظہر بلا اذان پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ———— وباللہ التوفیق

تمام محلّہ والوں پر ضروری ہے کہ مسجد میں باقاعدہ جماعت پنج گانہ کا انتظام رکھیں، اگر اس میں کوتاہی ہوگی، تو جو شخص جس قدر بااختیار ہوگا، اتنا ہی اس سے باز پرس عنداللہ ہوگی۔(۲)

نیز ایسے موقعہ پر اگر ایک ہی شخص تنہا آکر اذان دیکر کچھ انتظار کر کے تنہا نماز ادا کر کے مسجد کا حق ادا کرے گا، تو اس کو مصلیوں سے بھری ہوئی مسجد کی جماعت کا ثواب ملے گا۔

بہر حال ایسے موقعہ میں بھی اذان دیکر جماعت کا انتظار کر کے اگر کچھ مصلی آجائیں تو جماعت سے پڑھنا چاہیے۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: العبد نظام الدین الاعظمی عفی عنہ۔ مفتی دارالعلوم دیوبند۔ ۱۳۸۸/۱۱/۶ھ۔

الجواب صحیح: محمود عفی عنہ۔ ۱۳۸۸/۱۱/۸ھ۔ (نظام الفتاویٰ، جلد پنجم، جزء اول: ۱۰۴)

---

(۱) التنویر متن الدر المختار علی صدر رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الأذان: ۳۸٤/۱، طبع ایچ ایم سعید، کراچی)
هكذا في الهندية: الأذان سنة لأداء المكتوبات بالجماعة كذا في قاضي خان، الخ، الباب الثاني في الأذان: ۵۳/۱، بلوچستان بکڈپو، کوئٹہ)

(۲) وأما الإنكار باللسان واليد فإنما يجب بحسب الطاقة، وقال ابن مسعود: يوشك من عاش منكم أن يرى منكراً لا يستطيع له غير أن يعلم الله من قلبه أنه له كاره. (جامع العلوم والحكم، الحديث الرابع والثلاثون: من منكم: ۲٤۵/۲)
عن أبي هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من حضر معصية فكرهها فكأنه غاب عنها، ومن غاب عنها فأحبها فكأنه حضرها. (الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر لابن أبي الدنيا: ۱٤۰/۱ (ح:۱۹۹) انیس)

(۳) عن أبي هريرة يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ... فإذا صلى لم تزل الملائكة تصلي عليه ما دام في مصلاه اللهم صل عليه اللهم ارحمه ولا يزال أحدكم في صلاة ما انتظر الصلاة. (الصحيح للبخاري، باب فضل صلاة الجماعة (ح:٦٤۷) انیس)

## میدان یا جنگل میں تنہا ہونے کی صورت میں بغیر اذان واقامت نماز پڑھنے کا حکم:

سوال: اگر اکیلے کسی جگہ ہو، جنگل، میدان یا سمندر میں ہو، تو نماز کے وقت پر اذان دیکر نماز پڑھنا ضروری ہے، یا بغیر اذان دیئے صرف اقامت کہہ کر نماز پڑھ لینا کافی ہے، بعض لوگ صرف مغرب کی نماز اذان دیکر پڑھتے ہیں، باقی نمازوں میں اذان دیئے بغیر صرف اقامت کہہ کر نماز پڑھ لیتے ہیں، کیا مسئلہ ہے؟ بیان کیجئے۔ والسلام

الجواب ــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

اگر جنگل و میدان وغیرہ کسی جگہ میں اکیلے ہوں، تو اذان دینا سنت ہے۔ اس لیے اذان دیکر نماز پڑھنا افضل ہے، باقی اگر بغیر اذان دیئے محض اقامت پڑھ کر نماز پڑھ لیں، جب بھی نماز بلا کراہت ادا ہو جائے گی۔ اس حکم میں نماز مغرب و غیر مغرب سب برابر ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: العبد نظام الدین الاعظمی عفی عنہ، مفتی دار العلوم دیوبند۔ (نظام الفتاویٰ، جلد پنجم، جزء اول: ۱۰۵)

## بغیر اذان دیئے تنہا نماز پڑھ لینے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں!

(۱) اگر کوئی شخص بلا اذان دیئے ہوئے تنہا نماز پڑھ کر چلا جائے، تو کیا حکم ہے؟

(۲) اگر کوئی شخص کسی معمولی کام کے لیے، جماعت تیار ہے، مگر وہ تنہا نماز پڑھ کر چلا گیا، تو کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

(۱) اگر وہ شخص اس مسجد کا مصلی نہیں ہے، یا عذر مبیح لہذا الامر ہے، تو کوئی حرج نہیں ہے، ورنہ تارک جماعت کا مجرم ہوگا۔(۲)

(۲) اس کا حکم نمبر (۱) کے جزو اخیر یا عذر مبیح، الخ میں گذر چکا ہے۔ فقط واللہ اعلم

کتبہ: العبد نظام الدین الاعظمی عفی عنہ، مفتی دار العلوم دیوبند (نظام الفتاویٰ، جلد پنجم، جزء اول: ۱۰۲)

---

(۱) عن سعید بن المسیب أنه کان یقول: من صلی بأرض فلاة صلی عن یمینه ملک وعن شماله ملک فإن أذن وأقام الصلاة أو أقام صلی وراءه من الملائکة أمثال الجبال. (موطا الإمام مالک، النداء فی السفر (ح: ۱۳) ت: عبدالباقی: ۷۴/۱. انیس)

(۲) فصل: یسقط حضور الجماعة بواحد من ثمانیة عشر شیئا، منها: مطر وبرد وخوف ظالم وظلمة شدیدة فی الصحیح وحبس معسر أو مظلوم وعمی ومفلج وقطع یدورجل وسقام واقعاد ووحل بعد انقطاع مطر، قال صلی اللّٰہ علیه وسلم: إذا ابتلت النعال فالصلاة فی الرحال، وزمانة وشیخوخة وتکرار فقه لانحو ولغة بجماعة تفوته ولم یداوم علی ترکها وحضور طعام تتوقه نفسه لشغل باله کمدافعة الأخبثین أو الریح وإرادة سفر تهیأله وقیامه بمریض یستضر بغیبته وشدة ریح لیلا لانهاراً للحرج. (مراقی الفلاح شرح نور الإیضاح، کتاب الصلاة مدخل: ۱۱۳/۱. انیس)

## مسجد سے باہر اکیلا نماز پڑھنے والا اذان کہے یا نہ کہے:

سوال: اگر کسی کو اکیلے ہی نماز پڑھنی ہو مسجد سے باہر، تو کیا اذان دے یا نہ دے؟ بینوا توجروا۔
(عتیق الرحمان، ساہیوال)

الجواب

آبادی میں اذان کا ترک جائز ہے، بشرطیکہ محلّہ میں اذان ہوچکی ہو۔

**ولایکره ترکهمالمن یصلی فی المصرإذا وجد فی المحلة،آه.** (الفتاویٰ الهندیة: ۲۸/۱)(۱)**فقط والله أعلم**

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ، نائب مفتی خیر المدارس، ملتان۔

الجواب صحیح: بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ، رئیس الافتاء جامعہ ھٰذا۔ (خیر الفتاویٰ: ۲۲۵/۲)

## کیا اذان واقامت کی ولایت بانیٔ مسجد کو حاصل ہے:

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ اذان واقامت کی ولایت بانیٔ مسجد کو حاصل ہے، وہ جب مناسب سمجھے اذان دلوائے اور جتنے فاصلہ سے چاہے اقامت کہلوائے، کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامدًا و مصلیًا

اگر بانیٔ مسجد مستحب اوقات کی رعایت کرتا ہے، تو اذان واقامت کی ولایت بانیٔ مسجد کو حاصل ہے۔

**"ولایة الأذان والإقامة لبانی المسجد مطلقاً وکذا الإمامة لوعدلاً".** (الدر المختار: ۲۶۸/۱)(۲)
**فقط والله تعالیٰ أعلم بالصواب**

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی۔ (حبیب الفتاویٰ: ۶۸/۲-۶۹)

---

(۱) (لالمصل فی بیته فی المصر)أی لایکره ترکهمالمن یصلی فی المصرإذا وجدافی مسجدالمحلة لأن المقیم قدوجدالأذان والإقامة فی حقه ولهذاقال ابن مسعودرضی الله عنه:أذان الحی یکفیناوهذا؛لأنه لما نصبوامؤذناصارفعله کفعلهم حکماًبالاستنابة وروی أبویوسف عن أبی حنیفة فی قوم صلوافی المصرفی منزل واکتفوابأذان الناس أجزأهم وقدأساء واوفرق بین الواحد والجماعة فی هذه الروایة.(تبیین الحقائق کنز الدقائق،أذان الجنب والمرأة والمحدث والسکران: ۹٤/۱.انیس)

(لا)یکره ترکهما(لمصل فی بیته فی المصر)لوجودهمافی حقه حکماًبأذان الحی وإقامته بخلاف المسافر حتی لولم یؤذن الحی کره ترکهما،والتقیید بالبیت اتفاقی إذ المسجدکذلک وکذاالقریة وإن لامسجد بها فکالعمران.(النهر الفائق،باب الأذان: ۱۸۰/۱.انیس)

(۲) الدر المختارعلیٰ صدررد المحتار،قبیل باب شروط الصلاة: ٤٠٠/۱،انیس

## بہت سی مساجد کی اذانوں سے راحت یا تکلیف:

سوال: آج کل مسجدوں میں کئی کئی مائیکروفون لگے ہوئے ہیں اور اذان ہوتی ہے تو چاروں طرف کی مسجدوں کی آواز ایک ساتھ ٹکراتی ہے، جب کہ ہم نے سنا ہے کہ ایک مسجد کی آواز اتنی ہو کہ دوسری مسجد کے ساتھ نہ ٹکرائے، جبکہ حال یہ ہے کہ ہمارے علاقے میں کئی مسجدیں ہیں، ہر دوسری گلی میں ایک مسجد ہے، جب اذان ہوتی ہے یا وعظ ہوتا ہے، تو مسجد کے پاس گھروں میں آواز اس قدر تیز ہوتی ہے کہ بعض اوقات (نعوذ باللہ) پریشانی سی محسوس ہوتی ہے، کبھی ٹیلی فون پر بات کرتے ہیں اور اذان ہو رہی ہو، تو بات کرنا دوبھر ہو جاتا ہے، یا کسی کی طبیعت خراب ہو یا کوئی امتحان کی تیاری میں مصروف ہو تو (وعظ کی) اتنی تیز آواز ہوتی ہے کہ پڑھنا مشکل ہو جاتا ہے اور تکلیف ہوتی ہے۔ آپ یہ بتائیے کہ مسجدوں کی آوازیں اس طرح بڑھا دینے سے اسلام پھیل رہا ہے، یا نمازی زیادہ ہو رہے ہیں؟ کیا اسلام میں اس طرح کی ضد، بحث ایک دوسرے سے جائز ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

اذان تو لاؤڈ اسپیکر پر ہونی چاہیے کہ اذان کی آواز دور دراز تک پہنچانا مطلوب ہے،(۱) لیکن اذان کے علاوہ وعظ وغیرہ کے لیے لاؤڈ اسپیکر کا بے ہنگم استعمال جس سے اہل محلّہ کا سکون غارت ہو جائے، نہ دین کا تقاضا ہے، نہ عقل کا، وعظ کے لیے یا نماز کے لیے اگر لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کی ضرورت ہو، تو اس کی آواز مسجد تک محدود رہنی چاہیے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/۳۰۲-۳۰۳)

## نماز کے لئے مواقع اذان و اقامت کی تفصیل:

سوال: منفرد کے لئے اقامت کہنا، سنت مؤکدہ ہے یا مستحب؟ نیز قضا ہو، تو اقامت کہے یا نہیں؟ جہراً کہے یا سراً۔ **بینوا بالتفصيل أجركم الجليل.**

الجواب ــــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

**قال في التنوير: وهو سنة مؤكدة للفرائض في وقتها ولو قضاءً.** (متن الدر المختار)

**وفي الشامية: (قوله للفرائض الخمس) دخلت الجمعة. بحر. وشمل حالة السفر والحضر والانفراد والجماعة (إلى قوله) لكن لايكره تركه لمصلي في بيته في المصر، لأن أذان الحي يكفيه**

(۱) (ويؤذن المؤذن حيث يكون أسمع للجيران) لأن المقصود إعلامهم ويرفع صوته لأن الإعلام لايحصل إلابه. (المبسوط للسرخسي، التلحين في الأذان: ۱/۱۳۸. انيس)

كما سيأتى،وفى الإمداد أنه يأتى به ندباً.(رد المحتار: ۱/ ۳۵۷)(۱)

وفى التنوير: والإقامة كالأذان.(رد المحتار: ۱/ ۳٦٠)(۲)

وفى العلائية: (و)يسن أن(يؤذن ويقيم لفائتة)رافعاً صوته لوبجماعة أوصحراء لاببيته منفردًا.

قال فى الشامية: (قوله لوبجماعة)أى فى غيرالمسجد بقرينة مايذكره قريباً من أنه لايؤذن فيه لـلفائتة،ثم هذا قيد لقوله رافعًا صوته،وقد ذكره فى البحربحثاً وقال لم أره فى كلام أئمتنا و استدل لرفع المنفرد فى الصحراء بالحديث الصحيح" إذاكنت فى غنمك أوباديتك فأذنت للصلٰوة فارفع صوتك بالنداء فإنه لايسمع مدى صوت المؤذن إنس ولاجن ولامدرإلا شهد له يوم القيمة"آه.وأقره فى النهر.

أقول:يخالفه ما فى القهستانى من أنه يجب يعنى يلزم الجهربالأذان لإعلام الناس فلوأذن لنفسه خافت لأنه الأصل فى الشرع كما فى كشف المنار،آه.(۳)

علٰى أن ما استدل به يفيد رفع الصوت للمنفرد فى بيته أيضاً لتكثيرالشهود يوم القيامة،إلا أن يقال المراد المبالغة فى رفع الصوت والمؤذن فى بيته يرفع دون ذلک فوق ما يسمع نفسه و عليه يحمل ما فى القهستانى فليتأمل.(رد المحتار: ۱/ ۳٦۳)(۴)

وفى شرح التنوير: (ولا فيما يقضى من الفوائت فى مسجد)لأن فيه تشويشاً وتغليطاً(ويكره قضاؤها فيه)لأن التأخيرمعصية فلا يظهرها.بزازية.(الدرالمختار)

وفى الشامية: (قوله لأن فيه تشويشاً الخ)إنما يظهرإن لوكان الأذان لجماعة وأما إذاكان منفردًا ويؤذن بقدرما يسمع نفسه فلا ط.وفى الإمداد أنه إذاكان التفويت لأمرعام فالأذان فى المسجد لايكره لانتفاء العلة كفعله صلى اللّٰه عليه وسلم ليلة التعريس،آه،لكن ليلة التعريس كانت فى الصحراء لا فى المسجد.(رد المحتار: ۱/ ۳٦۳)(۵)

وفيه: (وكره تركهما)معاً(لمسافر)ولومنفردًا(وكذا تركها)لا تركه لحضور الرفقة(بخلاف مصل)ولوبجماعة(فى بيته بمصر)أوقرية لها مسجد فلا يكره تركها إذ أذان الحى يكفيه.

قال فى الشامية: (قوله لمسافر)أى سفرًا لغويا أوشرعياً كما فى أبى السعود ط(قوله ولو منفردًا)لأنه إن أذن وأقام صلى خلفه من جنود اللّٰه ما لايرى طرفاه،رواه عبد الرزاق، الخ (قوله

(۱) باب الأذان،قبيل مطلب فى المواضع التى يندب لها الأذان فى غيرالصلاة،انيس
(۲) باب الأذان،مطلب فى أول من بنى المنابرللأذان،انيس
(۳) جامع الرموز،فصل الأذان: ٦۹،مظهرالعجائب كلكته.انيس
(۴-۵) باب الأذان،مطلب فى أذان الجوق،انيس

لاتركه)الظاهر أن المراد نفى الكراهة الموجبة للإساءة وإلا فقد صرح فى الكنز بعد ذلك بندبه للمسافر وللمصلى فى بيته فى المصر الخ(قوله إذ أذان الحى يكفيه)لأن أذان المحلة و إقامتها كأذانه وإقامته لأن المؤذن نائب أهل المصر كلهم(إلٰى قوله)وظاهره أنه يكفيه أذان الحى وإقامته وإن كانت صلٰوته فى اٰخر الوقت،تأمل.وقد علمت تصريح الكنز بندبه للمسافر وللمصلى فى بيته فى المصر فالمقصود من كفاية أذان الحى نفى الكراهة المؤثمة.(ردالمحتار: ۳۶۷/۱)(۱)

عبارات بالا سے امور ذیل ثابت ہوئے۔

(۱) اذان واقامت ہر فرض نماز کے لئے سنت مؤکدہ ہے،خواہ ادا ہو یا قضا مسافر ہو یا مقیم، جماعت کے ساتھ ہو یا منفرداً۔

(۲) اگر گھر میں با جماعت یا منفرداً نماز پڑھ رہا ہو اور محلّہ کی مسجد میں اذان واقامت ہوگئی ہو،تو گھر میں اذان واقامت مستحب ہے۔مگر منفرداً پڑھنے کی صورت میں اذان زیادہ بلند آواز سے نہ کہے۔

(۳) اگر کسی کے سامنے قضا نماز منفرداً پڑھ رہا ہو،خواہ مسجد میں ہو یا غیر مسجد میں،تو اذان واقامت سراً کہے، تاکہ قضا کا اظہار نہ ہو، کیونکہ اظہار معصیت بھی معصیت ہے۔

(۴) اگر کسی عام حادثہ کی وجہ سے سب کی نماز قضا ہوگئی ہو،تو اس کے لئے اذان واقامت بلند آواز سے کہی جائے گی،اگرچہ مسجد میں ہو۔

(۵) سفر میں اگر سب رفقا حاضر ہوں،تو اذان مستحب ہے اور اقامت سنت مؤکدہ ہے۔اقامت کا ترک مکروہ ہے،اذان کا نہیں۔سفر عام ہے خواہ شرعی ہو یا لغوی۔

اس سے ثابت ہوا کہ سفر میں منفرد کے لئے اذان سنت مؤکدہ نہیں، بلکہ مستحب ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۶/محرم ۱۳۸۸ھ۔(احسن الفتاویٰ:۲/۲۷۹-۲۸۱)

## ریل گاڑی میں اذان کہنا:

سوال: ریل گاڑی میں اگر جماعت سے نماز ادا کریں،تو اذان کہنا مسنون ہے یا نہیں؟ اگر مسنون ہے،تو ہر ڈبہ میں اذان کہنا مستحب ہے،یا ایک ڈبہ کی اذان پوری ریل گاڑی والوں کو کافی ہوگی۔خواہ دوسرے ڈبہ والوں نے اس کی اذان کی آواز سنی ہو یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(۱) باب الأذان،قبل مطلب فى كراهة تكرار الجماعة فى المسجد،انيس

الجواب ــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

سفر خواہ شرعی ہو یا لغوی، اس میں اگر سب رفقا موجود ہوں، تو اذان کہنا مستحب ہے، اور اقامت سنت مؤکدہ، سفر میں تنہا نماز پڑھنے کا بھی یہی حکم ہے،(۱) ریل کے ڈبہ میں چونکہ سب لوگ یکجا ہی ہوتے ہیں، اس لئے اس میں خواہ باجماعت نماز ہو یا تنہا، دونوں صورتوں میں اذان مستحب ہے، اور اقامت سنت مؤکدہ، چلتی ریل میں ایک ڈبہ کے مسافروں کا دوسرے ڈبہ والوں سے کوئی تعلق نہیں، اس لئے ہر ڈبہ میں اذان و اقامت مستقل ہوگی۔ اگر چہ دوسرے ڈبے سے اذان کی آواز پہنچ چکی ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۸/صفر ۱۳۹۸ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۲/۲۹۳-۲۹۴)

## اذان میں گھڑی کا اعتبار ہے یا علامات سماویہ کا:

سوال: گھڑی کے اعتبار پر اذان ہونی چاہیے، یا علامات سماویہ پر؟

الجوابــــــــــــــــ

اصل تو علامات سماویہ ہی ہیں، لیکن اگر گھڑی کا تطابق اس کے ساتھ متیقن یا مظنون ہو، تو گھڑی پر عمل بھی جائز ہے۔ **كطبل السّحور**.(۲)

۴/جمادی الاولیٰ ۱۳۴۹ھ۔ (النور، شعبان ۱۳۴۹ھ)۔ (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۱۵۷)

## مطلع ابر آلود ہو تو اذان میں تاخیر کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مغرب کی نماز کے وقت اگر بادل چھائے ہوئے ہوں، تو ایک پارٹی کہتی ہے کہ اذان چار منٹ پہلے پڑھنی چاہئے، دوسری پارٹی کہتی ہے کہ چار منٹ بعد میں اذان پڑھنی چاہئے، اس کے متعلق حکم صادر فرماویں کہ شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۱) عن سلمان الفارسی قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: إذا کان الرجل فی أرض قيٍّ فحانت الصلاة فلیتوضأ فإن لم یجد ماءً فلیتیمم فإن أقام صلی معه ملکاه، وإن أذن وأقام صلی خلفه من جنود اللّٰہ مالایریٰ طرفه. (مصنف عبدالرزاق الصنعانی، باب الرجل یصلی بإقامة وحده (ح: ۱۹۵۵) انیس)

قلت: أرأیت إن کانوا جماعة فی سفر؟ قال: الجماعة فی هذا والواحد سواء وعلیهم أن یؤذنوا ویقیموا وإن لم یفعلوا فقد أساؤا وصلاتهم تامة. قلت: فإن أقاموا وترکوا الأذان قال: یجزیهم. قلت: وترخص للمسافرین فی هذا ولاترخص للمقیمین؟ قال: نعم. (الأصل المعروف بالمبسوط للشیبانی، باب الأذان: ۱/۱۳۳. انیس)

(۲) وإن أراد أن یتسحر بضرب طبل سحری فإن کثر ذلک الصوت من کل جانب وفی جمیع أطراف البلدة فلا بأس به، وإن کان یسمع صوتاً واحداً، فإن علم عدالته یعتمد علیه وإن عرف فسقه لایعتمد علیه وإن لم یعرف حاله یحتاط ولایأکل. (المحیط البرهانی فی الفقه النعمانی، الفصل الأول فی بیان وقت الصوم: ۲/۳۷۴. انیس)

الجواب ـــــــــــــــــــــ

ابر وغبار کے روز ہمیشہ فجر، ظہر اور مغرب کی نماز ذرا دیر کرکے پڑھنا بہتر و مستحب ہے، تاکہ وقت پوری طرح ہوجائے اور شبہ نہ رہے۔

قال فی الهداية، ج:۱/ص:۸٤: **"وإذا كان يوم غيم فالمستحب في الفجر والظهر والمغرب تأخيرها وفي العصر والعشاء تعجيلها".** (۱)

اگر گھڑی کے ذریعہ ٹھیک اوقات معلوم ہوسکتے ہوں، تو پھر ہر نماز کو اس کے معمولہ وقت میں پڑھے اور بلا وجہ جلدی یا دیر نہ کرے، بادل کے دن میں جب شرعاً ذرا تاخیر کرنا مستحب ہے، تو چار منٹ پہلے اذان کہنا درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ مفتی محمود: ۸٦۷/۱)

## اذان سن کر کتے کا رونا:

سوال: یہاں سے قریب ایک بستی ہے، موضع سپناوت، وہاں ایک مسجد ہے، ایک صاحب عرصہ سے وہاں اذان دیتے ہیں، تقریباً پندرہ بیس دن سے جب اذان ہوتی ہے، تو گاؤں کے کتے روتے ہیں اور گیدڑ بھی بولتے ہیں، اس کی وجہ سے نمازی لوگ بہت متحیر ہیں اور اس کو خرابی پر محمول کرتے ہیں۔ اور آپ سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اس میں کوئی شرعی قباحت تو نہیں ہے؟ میں نے ان کو سمجھایا، مگر وہ مطمئن نہیں ہوئے۔

(محمد یوسف، مؤذن مسجد سپناوت، میرٹھ)

الجواب ـــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

اذان سن کر ایک کتا ہمارے مدرسہ کے سامنے ہمیشہ روتا ہے اور چلاتا ہے، اور جگہ بھی ایسا ہوتا ہے، یہ کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے، اذان سن کر شیطان بھاگتا ہے۔ (۲)

بعض دفعہ بعض جانوروں کو بھی وہ نظر آتا ہے، اس سے گھبرا کر روتے اور آواز کرتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۴/۷/۱۳۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دار العلوم دیوبند، ۵/۷/۱۳۹۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۴۲/۵-۴۴۳) ☆

---

(۱) الهداية، كتاب الصلاة، باب المواقيت: ۸۱/۱، طبع رحمانية، لاهور

وهكذا في التنوير وشرحه: "(وتأخير ظهر الصيف) ... (و) تأخير (عصر) صيفاً وشتاءً ... (والمستحب تعجيل ظهر شتاءً) ... (و) تعجيل (عصر وعشاء يوم غيم، و) تعجيل (مغرب مطلقاً)، الخ". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب المواقيت: ۳٦٦/۱-۳٦۹، طبع ايچ ايم سعيد، كراچی)

(۲) عن أبي سفيان عن جابر (رضي الله تعالىٰ عنه) قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: ==

## اذان مغرب کے بعد لائٹ روشن کرنا:

سوال: عموماً ایسا ہوتا ہے کہ مغرب کی اذان کے بعد لائٹ روشن کردی جاتی ہے اور اس کے بعد جماعت ہوتی ہے کیونکہ کچھ اندھیرا ہوجاتا ہے، ایک صاحب کو اس پر اعتراض ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ آتش پرستی کے مشابہ ہے، اتفاق سے بجلی کا بلب امام کے کھڑے ہونے کی جگہ لگا ہوا ہے، اس لئے انھیں خلجان رہتا ہے، وہ کہتے ہیں کہ نماز کے بعد بلب روشن کیا جانا چاہئے۔ از روئے شرع کیا حکم ہے، کیا ان کا یہ خلجان صحیح ہے؟ جواب مدلل تحریر فرمائیں۔

(فیض احمد باندہ)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

یہ خلجان لغو اور بے اصل ہے، آتش پرستی سے اس کو کوئی مشابہت نہیں ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ محمودیہ: ۴۴۳/۵)

---

== إن الشيطان إذا سمع النداء بالصلاة،ذهب حتیٰ يكون مكان الروحاء". قال سليمان: فسألته عن الروحاء، فقال: هی من المدينة ستة و ثلاثون ميلاً.

عن أبی هريرة (رضی الله تعالیٰ عنه) عن النبی صلی الله عليه و سلم قال: إن الشيطان إذا سمع النداء بالصلاة، أحال له ضراط حتیٰ لا يسمع صوته، فإذا سكت رجع فوسوس، فإذا سمع الإقامة ذهب حتیٰ لا يسمع صوته، فإذا سكت رجع فوسوس. (الصحيح لمسلم، كتاب الصلاة، باب فضل الأذان و هرب الشيطان عند سماعه: ١٦٧/١، قديمی)

☆ **اذان کے وقت کتے کا رونا:**

سوال: مسجد میں مؤذن نہیں ہیں، ایک شخص جب بھی اذان دیتا ہے، کتے رونا شروع کردیتے ہیں اور دو تین ماہ سے غور کر رہا ہوں، دوسرا کوئی اذان دیتا ہے، تو کوئی بات نہیں ہوتی؟

هــو المصــوب ــــــــــــــــــــ

اس کی کوئی شرعی اصل نہیں ہے، البتہ حدیث میں ہے کہ مؤذن جب اذان دیتا ہے، تو اس کی آواز سن کر شیطان خروج ریح کی آواز کرتے بھاگتا ہے۔("إذا نودی للصلاة أدبر الشيطان له ضراط حتی لا يسمع التأذين" (صحيح البخاری، كتاب الأذان، باب فضل التأذين: ٨٥/١/ الصحيح لمسلم، باب فضل الأذان وهرب الشيطان عند سماعه. ح: ٣٨٩) آپ کو کتے کے رونے میں غور و فکر کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ایک مسلمان اس طرح کے امور میں اپنے وقت کو ضائع نہیں کرتا، ہاں اگر غور و فکر سے یہ عبرت حاصل کرے کہ توحید کی پر ہیبت آواز نے کتوں اور یہ ہوسکتا ہے کہ بصورت کتا شیطانوں کو اظہار غم کے طور پر رونے پر مجبور کردیا ہے، تو ایسا ہوسکتا ہے۔

تحریر: محمد مستقیم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۳۹۱/۱-۳۹۲)

(۱) "ثم اعلم أن التشبه بأهل الكتاب لا يكره فی كل شئ، فإنا نأكل و نشرب كما يفعلون، إنما الحرام هو التشبه فيما كان مذموماً، و فيما يقصد به التشبه، كذا ذكره قاضی خان فی شرح الجامع الصغير، فعلی هذا لو لم يقصد التشبه لا يكره عندهما". (تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس و الزينة: ٨٨/٤، دار العلوم، كراچی)

## فرض نماز کے لئے اذان سنت مؤکدہ ہے:

سوال: بغیر اذان مسجد میں جماعت کرتے ہیں اور جب کہو تو کہتے ہیں کہ کیا نماز اذان کے سوا بھاگتی ہے، اس کا جواب حدیث وفقہ سے عنایت فرمائیں؟

الجواب ______________

فرض نماز کے لئے اذان کہنا سنت مؤکدہ ہے، چونکہ یہ شعائر اسلام سے ہے، اس کے تارک کو گناہ بہت ہوگا۔ بلکہ اگر کسی شہر والے مصر ہوں تو فقہا ان سے جہاد کا فتویٰ دیتے ہیں۔(۱) (کفایت المفتی: ۴۵/۳-۴۶)

## نماز میں تاخیر کی وجہ سے اذان مؤخر کرنے کا حکم:

سوال: کیا اذان کا تعلق اول وقت سے ہے کہ جیسے ہی وقت ہو جائے، اذان دینی چاہئے، یا نماز سے ہے کہ اگر نماز میں تاخیر ہو تو اذان بھی تاخیر سے دے؟

الجواب ______________

اذان کا تعلق نماز سے ہے نہ کہ وقت سے لہذا اگر نماز تاخیر سے پڑھی جارہی ہو تو اذان بھی تاخیر سے دی جائے گی اور اگر نماز عجلت سے ادا کی جارہی ہے تو اذان بھی عجلت سے دی جائیگی مگر وقت کے داخل ہونے کے بعد اذان دے وقت سے پہلے اذان ادا نہ ہوگی۔ ملاحظہ ہو! بخاری شریف میں ہے:

**عن أبی ذر رضی اللّٰه عنه قال: كنا مع النبی صلی اللّٰه عليه وسلم فی سفر فأراد المؤذن أن يؤذن فقال: أبرد، ثم أراد أن يؤذن فقال له: أبرد، ثم أراد أن يؤذن فقال له: أبرد.**

**وفی رواية للبخاری أيضاً: أو قال: انتظر انتظر حتی ساوی الظل التلول، فقال النبی صلی اللّٰه عليه وسلم: "إن شدة الحر من فيح جهنم".** (صحيح البخاری: ۸٦/۱، فيصل)

شامی میں ہے:

**"وحكم الأذان كالصلاة تعجيلاً وتأخيراً".** (رد المحتار، باب الأذان: ۳۸٤/۱، سعيد)

درمختار میں ہے:

**"(... وهو سنة) للرجال فی مكان عال (مؤكدة) هی كالواجب فی لحوق الإثم (للفرائض) الخمس (فی وقتها ولو قضاءً) لأنه سنة للصلاة حتی يبرد به لا للوقت".** (الدر المختار: ۳۸٤/۱، باب الأذان) **واللّٰه سبحانه وتعالیٰ أعلم** (فتاویٰ دار العلوم زکریا: ۱۱۱/۲)

(۱) (وهو سنة)... (مؤكدة) هی كالواجب فی لحوق الإثم. (الدر المختار)
(قوله هی كالواجب) بل أطلق بعضهم اسم الواجب عليه، لقول محمد: لو اجتمع أهل بلدة علیٰ تركه قاتلتهم عليه، ولو تركه واحد ضربته وحبسته. (رد المحتار، باب الأذان: ۳۸٤/۱، ط: سعيد)

## کلماتِ اذان کی بیل:

سوال: آج کل گھروں میں ایسی بیل لگائی جاتی ہے جس میں اذان کے کلمات ریکارڈ ہوتے ہیں اور بعض میں صرف "اللہ أکبر" کی آواز ہوتی ہے، ایسی بیل لگانے کا کیا حکم ہے؟ (محمد عبدالمتین، یادگیر)

الجواب ـــــــــــــــــــ

اذان کے کلمات اور اللہ تعالیٰ کا نام نامی قابلِ احترام ہے اور کسی چیز کو بے محل استعمال کرنا بھی بے احترامی میں شامل ہے۔ چنانچہ فقہا نے اس بات کو منع کیا ہے کہ چوکیدار محض لوگوں کو جگانے کے لئے "لا الٰـــہ الا الـلّـــہ" پڑھے۔(۱)

اس لئے میرے خیال میں الارم اور بیل وغیرہ کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاک ناموں، قرآن مجید کی آیتوں اور اذان کے کلمات کا استعمال کرنا کراہت سے خالی نہیں۔ واللہ اعلم (کتاب الفتاویٰ: ۲/۱۴۶-۱۴۷) ☆

## بلا وقت، ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر اَذان کا شرعی حکم:

سوال: کہتے ہیں کہ اوقاتِ نماز کے علاوہ بے وقت اذان نہیں دینی چاہیے۔ یا صرف اس وقت اذان دینی چاہیے جب کوئی بچہ پیدا ہو، یا کوئی بڑی آفت سے نجات پانی ہو، مثلاً: زیادہ بارش کے وقت، لیکن ہمارے یہاں ٹیلی ویژن پر جب لاہور میں عشا کا وقت ہوتا ہے، تو اذان پورے پاکستان میں نشر ہوتی ہے، حالانکہ جب لاہور میں عشا کا وقت ہوتا ہے، تو کراچی میں عشا کی اذان میں تقریباً ایک گھنٹہ ہوتا ہے، اسی طرح پاکستان کے ایک شہر میں اذان کا

(۱) دیکھئے: الفتاویٰ الهندية: ۵/۳۱۵-كتاب الكراهية. محشی

☆ گھڑی میں اذان کا الارم:

سوال: آج کل گھڑی کے الارم میں اذان بھری گئی ہے، بغیر وقت نماز کے الارم لگا کر اذان سننا جائز ہے؟ (سید حفیظ الرحمٰن، پھولانگ)

الجواب ـــــــــــــــــــ

الارم کے طور پر اذان لگانے میں کچھ حرج نہیں، حضرت بلال رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے لئے بلاتے ہوئے "الصلوٰۃ خیر من النوم" کی صدا لگاتے تھے، (دیکھئے: مجمع الزوائد: ۱/۳۳۰، كنز العمال، حدیث نمبر: ۲۳۲۴۵-۲۳۲۴۶-محشی) جو اذان ہی کا ایک فقرہ ہے، البتہ دو باتوں کا اہتمام ضروری ہے، ایک تو لہو ولعب کے مقام پر ایسا الارم لگانا مناسب نہیں کہ خلاف ادب ہے، دوسرے وقت نماز شروع ہونے سے کچھ پہلے الارم لگایا اور اندیشہ ہے کہ اس کی وجہ سے نماز پڑھنے والے یا روزہ رکھنے والوں کو التباس ہو جائے گا، تو جائز نہیں، کیونکہ دھوکہ دینا سخت گناہ ہے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۲/۱۴۶)

وقت ہوتا ہے، تو دوسرے شہروں میں نہیں ہوتا، لیکن اذان سب اسٹیشنوں پر ایک ساتھ نشر ہوتی ہے، تو کیا یہ گناہ نہیں ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

آپ کا خیال صحیح ہے، اذان نماز کے لیے ہوتی ہے۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر جو اذان نشر ہوتی ہے، وہ کسی نماز کے لیے نہیں، بلکہ محض شوقیہ ہے، شریعت کے کسی قاعدے کے ماتحت نہیں۔ (۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۰۸/۳)

## ٹیپ ریکارڈ سے دی ہوئی اذان صحیح ہوگی یا نہیں:

سوال: ٹیپ ریکارڈ میں اذان ٹیپ کر لی اور ہر نماز کے وقت اس کو چالو کر دیں تو اس طرح ٹیپ میں دی ہوئی اذان صحیح ہے یا نہیں؟ اور اسی ٹیپ پر دی ہوئی اذان پر نماز پڑھی جائے تو وہ نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ بینوا و توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

ٹیپ ریکارڈ سے اذان دی جائے گی تو وہ اذان معتبر نہیں ہوگی، پھر سے اذان دینا ضروری ہے، (۲) اگر صحیح طریقہ سے دوبارہ اذان نہ دی گئی تو وہ نماز بغیر اذان کے پڑھی ہوئی شمار ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۲۹۲/۴)

## ٹیپ ریکارڈر سے یا جوتے پہن کر اذان دینا:

سوال: ٹیپ رکارڈر سے اذان دینا، یعنی اذان ٹیپ کر لی جائے اور ہر نماز کے وقت اس کو بجا دیا جائے، تو یہ اذان معتبر ہے یا نہیں، نیز جوتے پہن کر اذان دینا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

ٹیپ ریکارڈر سے اذان دینا جائز نہیں، (۳) اور ناپاک جوتا پہنے ہوئے اذان دینا مکروہ ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور ۔ ۲/۸/۱۴۱۱ھ۔

الجواب صحیح: حبیب الرحمٰن خیر آبادی، محمد ظفیر الدین مفتاحی، کفیل الرحمٰن۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۲۱۵/۱) ☆

---

(۱) (باب الأذان) هو لغة الإعلام ... وشرعاً إعلام مخصوص في وقت مخصوص، إلخ. (البحر الرائق: ۲٦٨/۱)
وأيضاً: (قوله وشرعاً إعلام مخصوص) أي إعلام بالصلاة. (رد المحتار: ۳۸۳/۱، باب الأذان)

(۲-۳) الأذان سنة هو قول عامة الفقهاء وكذا الإقامة وقال بعض مشايخنا واجب لقول محمد: لو اجتمع أهل بلد على تركه قاتلناهم عليه، وأجيب بكون القتال لما يلزم الاجتماع على تركهم من استخفافهم بالدين بخفض أعلامه لأن الأذان لذلك لا على نفسه. (فتح القدير، باب الأذان: ۲٤۰/۱)

مذکورہ بالا عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ اذان دین کا ایک حصہ ہے، اور دین کے اس حصہ کا ثبوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور تبع تابعین سے مؤذن کے اذان دینے کی شکل میں ثابت ہے۔

==

## ٹیپ کی اذان ناکافی ہے:

سوال: ٹیپ میں سجدۂ تلاوت کی قراءت ہوئی، تو سننے والوں پر سجدۂ تلاوت واجب ہے کہ نہیں ہے؟ اور ٹیپ کی اذان کو ہر صلوٰۃ کے وقت لگادیا جائے، تو درست اور کافی ہوگا؟

== اس لیے فقہا نے اس باب میں منقول احادیث کی بنا پر اذان دینے والے میں اسلام، عقل، بلوغ، عدالت وغیرہ کی شرط عائد کی ہے اور یہ ٹیپ ریکارڈ میں مفقود ہے۔ انیس

☆ **ٹیپ ریکاڈر سے اذان دینے کا حکم:**

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ٹیپ ریکاڈر سے اذان دینے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔
(المستفتی: حاجی عبداللہ کلے ڈاکخانہ ہوارہ چارسدہ......۲۴/ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ)

الجواب

ٹیپ ریکاڈر سے اذان کا عکس سنا جاتا ہے نہ کہ اذان، لہٰذا اس عکس اذان پر اکتفا کرنے سے سنت ادا نہیں ہوتی۔ (قال العلامة ابن عابدين: أن أذان الصبی الذی لايعقل لايجزی ويعاد؛ لأن ما يصدر لاعن عقل لايعتد به كصوت الطيور، آه ... أن المقصود الأصلی من الأذان فی الشرع الإعلام بدخول أوقات الصلاة ثم صار من شعار الإسلام فی كل بلدة أوناحية من البلاد ... لابد من الإسلام والعقل والبلوغ والعدالة. (رد المحتار علىٰ هامش الدر المختار، باب الأذان، مطلب فی المؤذن إذا كان غير محتسب فی أذانه : ۲۹۱/۱) جیسا کہ محراب میں ٹیپ ریکاڈر سے جماعت ادا نہیں ہو سکتی ہے، ورنہ مؤذن اور امام کی مؤذنت سے نجات حاصل ہوتی۔ وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۱۷۳/۲)

**ٹیپ رکارڈ سے اذان:**

سوال: کیا ٹیپ ریکارڈ سے اذان ہوسکتی ہے یا نہیں؟

هو المصوب

اذان واقامت ایک اہم عبادت ہے جو قلب کی کیفیت کے ساتھ انجام دی جاتی ہے اور ٹیپ ریکارڈ ایک جامد اور غیر حساس شئی ہے، جس کی آواز کو عبادت نہیں کہا جا سکتا ہے۔ اس لئے ٹیپ ریکارڈ سے اذان درست نہ ہوگی۔ (اذان کا اعلام ہونا اسلام، عقل، بلوغ، عدالت وغیرہ جیسے شرائط کے ساتھ مقید ہے، جو ٹیپ ریکارڈ میں مفقود ہے، جیسا کہ ٹیپ ریکارڈ سے تلاوت پر سجدہ تلاوت لازم نہیں ہوگا۔ انیس

لا تجب (أی سجدة التلاوة) بسماعه من الصدی والطيور من كل تالٍ حرفا ولابالتهجی. (الدر المختار مع ردالمحتار: ۵۸۳/۲)

وأماأذان الصبی الذی لايعقل فلايجزی ويعادلان مايصدر لا عن عقل لايعتد به كصوت الطيور. (بدائع الصنائع، فصل بيان سنن الأذان: ۱۵۰/۱/منحة الخالق، أذان الجنب وأقامته وأذان المرأة والفاسق: ۲۷۸/۱. انيس)

تحریر: محمد مستقیم ندوی　تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۳۸۵/۱)

الجواب ــــــــــــ حامداً و مصلیاً و مسلماً

اس میں اگر کوئی آیتِ سجدہ پڑھی جائے، تو اس سے سجدہ واجب نہیں ہوتا؛ کیونکہ فقہا تحریر فرماتے ہیں کہ سامع پر وجوبِ سجدہ کے لیے یہ شرط ہے کہ پڑھنے والے میں خود بھی وجوبِ سجدہ کی اہلیت وصلاحیت ہو، گو بالفعل اس کے ذمہ واجب ہو یا نہ ہو، اسی وجہ سے سونے والے آدمی یا مجنون مطبق کی زبان سے اگر آیت سجدہ نکل جائے یا کسی جانور طوطے وغیرہ کو آیت سجدہ سکھادی جائے، تو ان سب صورتوں میں اس کے سننے والے پر سجدہ واجب نہیں ہوتا؛ کیونکہ ان میں اہلیت وجوبِ سجدہ کی نہیں ہے، بخلاف حیض ونفاس والی عورت کے، کہ اگر وہ آیتِ سجدہ پڑھ دیں، تو گو اس وقت ان کے ذمہ سجدہ واجب نہ ہوگا؛ مگر ان میں اہلیتِ وجوب موجود ہونے کی وجہ سے سننے والوں پر سجدہ واجب ہوجائے گا۔ (آلات جدیدہ:۱۳۵،۱۳۶)

ٹیپ میں بند کی ہوئی اذان کو ہر نماز کا وقت آنے پر لگا دینا کافی نہیں ہے؛ اس لیے کہ اذان کا مقصود وقتِ نماز کے داخل ہونے کی خبر دینا ہے، اور یہ وہ خبر ہے جس کا تعلق دیانت سے ہے اور ایسی خبر کے معتبر اور مقبول ہونے کے لیے اسلام، عقل، بلوغ، عدالت وغیرہ کی ضرورت ہے، جو ٹیپ میں موجود نہیں ہے۔

**أن المقصود الأصلي من الأذان في الشرع الإعلام بدخول أوقات الصلوٰة، ثم صار من شعار الإسلام في كل بلدة، أو ناحية من البلاد الواسعة علىٰ مامر، فمن حيث الإعلام بدخول الوقت، و قبول قوله لابد من الإسلام، و العقل، البلوغ، و العدالة، الخ.** (رد المحتار، باب الأذان، مطلب في المؤذن إذا كان غير محتسب في أذانه: ۱/ ۲۹۰) **فقط و اللّٰه تعالىٰ أعلم** (محمود الفتاویٰ:۴/۲۲۷) ☆

☆ ٹیپ سے نشر کی ہوئی اذان معتبر نہیں ہے:

سوال: اگر اذان کے وقت بجائے تازہ اذان دینے کے حرم مکہ کی ریکارڈ کی ہوئی اذان لگادی جائے، تو کیا وہ اذان کے قائم مقام ہوجائے گی یا نہیں؟

(محمد انور ۳۴۲ نقشبند کالونی، خانیوال روڈ، ملتان)

الجواب ــــــــــــ

ٹیپ سے نشر ہونے والی اذان شرعاً اذان مشروع کے حکم میں نہیں، اس لئے سنت اذان ادا نہ ہوگی۔ حسب معمول مؤذن سے اذان کہلوائی جائے۔

وذكر في البدائع أيضاً: أن أذان الصبي الذي لايعقل لايجزي ويعاد؛ لأن ما يصدر لا عن عقل لايعتد به كصوت الطيور آه۔ (رد المحتار، باب الأذان، مطلب في المؤذن إذا كان غير محتسب في أذانه: ۱/ ۲۹۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی خیر المدارس، ملتان۔

الجواب صحیح: بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء، ۲۷/۱۱/۱۴۱۰ھ۔ (خیر الفتاویٰ:۲/۲۲۵)

## ریڈیو وغیرہ سے اذان کا حکم:

سوال: آجکل ریڈیو میں پانچ وقت اذان دی جاتی ہے، کیا اس اذان پر اکتفاء کر کے نماز پڑھ لی جائے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ اسی طرح ٹیپ ریکاڑد وغیرہ کی کیسٹوں کے ذریعے دی گئی اذان کا کیا حکم ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

شریعت مقدسہ میں اذان دینے والے کا عاقل ہونا ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ ''صبی لایعقل'' کی اذان کالمعدوم ہے، چونکہ ریڈیو، ٹیپ ریکاڑد اور ٹی وی میں یہ شرائط موجود نہیں، اس لئے ٹیپ ریکارڈ یا ریڈیو وغیرہ کی اذان، اذان نہیں، اس سے اذان کی سنیت ادا نہ ہوگی۔

**قال العلامة أبوبكر الكاساني: وأما أذان الصبي الذي لايعقل فلايجزيء ويعاد لأن مايصدر لا عن عقل لايعتد به كصوت الطيور.** (بدائع الصنائع: ۱/۱۵۰، فصل بيان سنن الأذان)(۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۳/۵۹)

## اذان کا ضد کی وجہ سے نہ دینا:

سوال: ایک مسجد میں دو امام ہیں اور دونوں حقیقی بھائی ہیں آپس میں نزاع رہتا ہے، اس لئے مسجد میں اذان نہیں کہتے اس خیال سے کہ شاید دوسرے نے اذان کہہ دی ہو اور جو امام آتا ہے جماعت کرا دیتا ہے۔ ایسی صورت میں شرعاً نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

اس صورت میں نماز ہو جاتی ہے مگر ترک سنت اذان کا گناہ ان کے ذمہ رہتا ہے۔

**قال في الدر المختار: (... وهو سنة) للرجال في مكانٍ عالٍ (مؤكدة) هي كالواجب في لحوق الإثم.** (۲) **فقط** (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲/۱۰۸)

## جماعت میں عدم حاضری کی وجہ سے گھر میں اذان کہنا کیسا ہے:

سوال: اگر بوجہ کسی عذر قوی کے مسجد میں نہ پہنچ سکے یا اذان مسجد و جماعت میں تاخیر ہو اور اس کو بوجہ بیماری یا کسی اور عذر کے نماز میں تعجیل ہو تو مکان میں اذان کہہ کر نماز پڑھنا جائز ہوگا یا ناجائز، مسجد کی اذان و جماعت تک تاخیر نماز نہیں کر سکتا بوجہ عذر کے اور اگر نماز اذان کہہ کر نہیں پڑھتا تو ثواب سے محروم رہتا ہے۔ ایسے موقعہ میں کیا کرے، اذان کہے یا نہ کہے، یا اذان مسجد تک توقف کرے؟

---

(۱) رد المحتار، باب الأذان: ۱/۳۹۰۔
(۲) الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب الأذان: ۱/۳۵۶، ظفير

الجواب ــــــــــــــــــــ

اگر عذر کی وجہ سے جماعت ساقط ہوگئی اور وہ شخص مصر میں ہے، تو اذان بھی ساقط ہو جاتی ہے۔

شامی جلد اول صفحہ ۲۸۳:

**لکن لایکره ترکه لمصلٍ فی بیته فی المصر لأن أذان الحی یکفیه.** (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸۵/۲)

## گھر پر نماز کے لئے اذان واقامت:

سوال (۱) ایک ایسی بستی کے محلے میں زید رہتا ہے، اس محلّہ میں کوئی مسجد نہیں، دوسرا محلّہ اتنی دور ہے کہ کبھی اذان کی آواز آتی ہے کبھی نہیں، یہ شخص اگر گھر پر تنہا نماز پڑھے، تو اذان واقامت ضروری ہے یا نہیں؟

(۲) ایک شخص ایسے محلّہ میں ہے کہ وہاں آواز اذان آتی ہی نہیں، تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ اور اگر اذان دینے سے اہل ہنود سے نزاع کا اندیشہ ہو (لکثرتهم وغلبتهم) تو ایسا شخص کیا کرے؟

(۳) ہر دو صور بالا میں اگر چند اشخاص بوقت نماز جمع ہوگئے تو اس وقت اذان کا کیا حکم ہے؟ اگر فتنہ وفساد کے خیال سے آہستہ اذان دی جائے کہ اہل خانہ سن لیں (کیونکہ آس پاس گھر مسلمانوں کے نہیں) تو سنت ادا ہو جائے گی یا نہیں؟ مفصل تحریر فرمایا جائے۔ (ابرارالحق)

الجواب ــــــــــــ حامدًا ومصلیاً

(۱) **"وکره ترکها للمسافر لا لمصل فی بیته فی المصر، وندباً لهما، آه.** (الکنز علی هامش البحر: ۲۶۵/۱)(۲)

**("قوله: فی بیته): أی فیما یتعلق بالبلد من الدار والکرم وغیرهما، قهستانی، فی التفاریق وإن کان فی کرم أو ضیعة یکتفی بأذان القریة أو البلدة إن کان قریباً، وإلا فلا، وحد القرب أن یبلغ الأذان إلیه منها، آه، إسماعیل، والظاهر أنه لایشترط سماعه بالفعل، تأمل آه.** (ردالمحتار: ۴۰۹/۱)(۳)

ضروری بمعنی "فرض" کا تو احتمال ہی نہیں، البتہ صورت مسئولہ میں اذان واقامت مستحب ہے۔ **کما فی الکنز**، سنتِ مؤکدہ نہیں۔ (۴)

---

(۱) (بخلاف مصلٍ) ولو بجماعة (فی بیته بمصر) أو قریة لها مسجد فلایکره ترکهما إذ أذان الحی یکفیه. (الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الأذان: ۳۶۳/۱، ظفیر)

(۲) کنز الدقائق علی هامش البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب الأذان: ۴۶۰/۱، رشیدیة

(۳) رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الأذان: ۳۹۵/۱، سعید

(۴) (فإن صلی فی بیته فی المصر یصلی بأذان وإقامة) لیکون الأداء علی هیئة الجماعة ==

(۲) ایسے شخص کو خود اذان واقامت کہہ کر نماز پڑھنا چاہئے کیونکہ اذان کی آواز آتی ہی نہیں تو وہ اس کے حق میں بمنزلۂ عدم کے ہے، کذا فی العبارة المذكورة من رد المحتار، (۱) جب نزاع کا ظن غالب ہے اور اس کا نتیجہ اس کے حق میں نقصان اور مغلوبیت ہے تو اذان زیادہ بلند آواز سے نہ کہے بلکہ معمولی طریقہ سے کہہ دے۔ (۲)

(۳) ہو جائے گی۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ ۲۶/۱۱/۱۳۵۸ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۳۹۴-۳۹۶)

## گھر کے اندر اذان وجماعت:

سوال (۱) زید کے مکان سے ملحق ایک مسجد ہے، جو اس وقت شیعوں کے قبضہ میں ہے، وہ اپنے طریقہ پر اذان کہتے اور نماز پڑھتے ہیں، ایسی حالت میں اگر زید اپنے گھر میں اذان کہہ کر نماز باجماعت ادا کرے، تو کیا حکم ہے؟ اندر مکان کے اذان کہنا کیسا ہے؟

## گھر میں جماعت کرنے سے مسجد کی جماعت کا ثواب ملے گا یا نہیں:

(۲) اس صورت میں مسجد کا ثواب ہوسکتا ہے یا نہیں؟

## اگر گھر میں اذان، بچوں کو عادی بنانے کیلئے دی جائے، تو کیا حکم ہے:

(۳) محض ضلالت کے سدباب کے لئے گھر میں اذان کہی جاتی ہے، تاکہ لڑکے اپنی اذان اور نماز کو نہ بھول جائیں۔

== وإن تركهما جاز لقول ابن مسعود: أذان الحيّ يكفينا. (الهداية، باب الأذان)

(فإن صلى رجل في بيته فاكتفى بأذان الناس وإقامتهم أجزأه) لما روى أن ابن مسعود رضى الله عنه صلى بعلقمة والأسود في بيت فقيل لي ألا تؤذن فقال: أذان الحي يكفينا. (مبسوط السرخسي: ۱/۱۳۳)

عن أم ورقة الأنصاري أن رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم كان يقول: انطلقوا بنا إلى الشهدة فنزورها، فأمر أن يؤذن لها ويقام و يؤم أهل دارها في الفرائض. (سنن البيهقي، باب سنة الأذان والإقامة في البيوت وغيرها (ح: ۱۹۰۹)/مصنف ابن أبي شيبة، في الرجل يصلي في بيته يؤذن ويقيم أم لا (ح: ۲۲۸٤)

اس حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں اذان اور اقامت کے ساتھ نماز پڑھی۔ انیس

(۱) رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۳۹۵، سعيد

(۲-۳) "والمؤذن في بيته يرفع دون ذلك فوق ما يسمع نفسه، وعليه يحمل ما في القهستاني، فليتأمل". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۳۹۰، سعيد)

"درء المفاسد أولى من جلب المصالح". (شرح الأشباه والنظائر، القاعدة الخامسة: الضرر يزال: ۱/۲۲٤، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية)

الجواب

(۱) مکان میں اذان کہنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے، جیسا کہ وارد ہوا ہے کہ محلّہ کی مسجد کی اذان کافی ہے،(۱) البتہ تکبیر کہہ کر جماعت کرلی جاوے، لیکن بحالت موجودہ بوجہ صحیح نہ ہونے اذان مسجد محلّہ کے اور نیز بغرض تعلیم اطفال درست ہے۔(۲)

(۲) مسجد کا ثواب نہ ہوگا، لیکن جماعت کا ثواب ملے گا۔(۳)

(۳) یہ وجہ معقول ہے، اس حالت میں گھر میں اذان کہنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۱۱۴)

## نماز کیلئے مکان ودکان یا جنگل میں اذان کہے یا نہیں:

سوال: اگر کوئی شخص نمازِ پنجگانہ، مکان میں یا دکان یا جنگل میں پڑھے، تو اذان وتکبیر کہنا کیسا ہے؟

الجواب

جماعت سے پڑھے، تو اذان وتکبیر کہے،(۴) اکیلے کو ضروری نہیں اور اگر کہے تو کچھ حرج نہیں۔(۵)

(فتاویٰ دارالعلوم:۲/۱۲۹)

---

(۱) عن عكرمة قال: إذا صليت في منزلك أجزأك مؤذن الحي. (مصنف ابن أبي شيبة، من كان يقول يجزءه أن يصلي بغير أذان ولا إقامة (ح: ۲۲۹۱) انيس)

(۲) وكره تركهما لمسافرولومنفردًا، الخ (بخلاف مصلٍّ) ولو بجماعة (في بيته بمصر) أوقرية لها مسجد فلا يكره تركهما إذ أذان الحي يكفيه. (الدرالمختار)

وعن أبي حنيفة لواكتفوا بأذان الناس أجزأهم وقد أساؤا، ففرق بين الواحد والجماعة في هذه الرواية، بحر، (قوله في بيته) أي فيما يتعلق بالبلد من الدارو الكرم وغيرهما، قهستاني الخ (قوله لها مسجد) أي في أذان وإقامة و إلا فحكمه كالمسافر، صدر الشريعة. (رد المحتار، باب الأذان: ۱/۳۶۶-۳۶۷، ظفير)

(۳) والجماعة سنة مؤكدة للرجال الخ وأقلها اثنان واحد مع الإمام الخ في مسجد أوغيره (الدرالمختار) قال في القنية: واختلف العلماء في إقامتها في البيت والأصح أنها كإقامتها في المسجد إلا في الأفضلية، آه. (رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۱۵-۵۱۷، محمد ظفیر الدین غفرلہ)

(۴) عن مالك بن الحويرث رضي الله عنه قال: أتى رجلان النبي صلى الله عليه وسلم يريدان السفرفقال النبي صلى الله عليه وسلم: "إذا أنتما خرجتما فأذنا ثم أقيما ثم ليؤمكما أكبركما. (صحيح البخاري، كتاب الأذان (ح: ۶۳۰-۶۵۷)/الصحيح لمسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلوٰة (ح: ۶۷۴) انيس)

(۵) عن الأسود وعلقمة قالا: أتينا عبد الله رضي الله عنه في داره فقال: أصلى هؤلاء خلفكم؟ قلنا: لا، قال: قوموا، ولم يأمربأذان وإقامة. (مصنف ابن أبي شيبة (ح: ۲۲۸۹)/صحيح ابن حبان (ح: ۱۸۷۵)/السنن الكبرىٰ للنسائي (ح: ۷۹۸)/السنن الكبرىٰ للبيهقي (ح: ۱۷۶۹) انيس)

## مدرسہ میں اذان وجماعت:

سوال: ایک مدرسہ اسلامیہ ہے جس کا نام سراج العلوم ہے، ککرولی میں اہل سنت والجماعت کی تین مساجد ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ مدرسہ مذکورہ میں اذان وجماعت کے ساتھ نماز ادا کی جاتی ہے، طلبا ومدرس نماز جماعت سے ادا کرتے ہیں کہ مساجد شہر سے کچھ فاصلہ پر ہیں۔آپ سے استفتا یہ ہے کہ مدرسہ مذکورہ میں اذان وجماعت ہوسکتی ہے یا نہیں؟ یہاں آکر اہل محلّہ بھی نماز ادا کرتے ہیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اذان وجماعت کے لئے مسجد شرط نہیں ہے، مسجد کے علاوہ جنگل میں، مکان میں، اسٹیشن میں، مدرسہ میں سب جگہ میں درست ہے۔(۱) لیکن مسجد کی فضیلت مسجد ہی میں پڑھنے سے حاصل ہوگی۔(۲)

مسجدوں کو بالکلیہ چھوڑ کر مستقلاً مدرسہ میں اذان وجماعت کرنا درست نہیں، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کچھ آدمی مسجد میں چلے جائیں، کچھ مدرسہ میں پڑھیں۔(۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند-۲۴/۵/۱۳۹۰ھ۔(فتاویٰ محمودیہ: ۳۹۲/۵-۳۹۳)

---

(۱) "عن عبد الرحمٰن بن أبی صعصعة الأنصاری ثم المازنی عن أبیه أنه أخبره أن أبا سعید الخدری رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال له: إنی أراک تحب الغنم والبادیة، فإذا کنت فی غنمک أو بادیتک، فأذنت للصلاة، فارفع صوتک بالنداء، فإنه لایسمع مُدی صوت المؤذن جن لا أنس ولاشئ، إلا شهد له یوم القیامة". قال أبوسعید: سمعته من رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم". (صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب رفع الصوت بالنداء: ۸۵/۱، قدیمی)

"ویسن أن یؤذن ویقیم لفائتة رافعاً صوته لوبجماعة أوصحراء، لابیته منفردًا". (الدر المختار)

"(قوله: ولوبجماعة الخ): أی فی غیر المسجد بقرینة ما یذکره قریباً من أنه لایؤذن فیه للفائتة" (رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الأذان: ۳۹۰/۱، سعید)

"والضابطة عندنا: أن کل فرض أداءً کان أوقضاءً یؤذن له ویقام سواء أداه منفردًا أوجماعة إلا الظهر یوم الجمعة فی المصر، فإن أداءه بأذان وإقامة مکروه، کذا فی التبیین". (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الصلاة، الباب الثانی فی الأذان، فصل الثانی فی کلمات الأذان والإقامة: ۵۵/۱، رشیدیة)

(۲) وعن أبی هریرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم: "أحب البلاد إلی اللّٰه مساجدها وأبغض البلاد إلی اللّٰه أسواقها. (رواه مسلم) (باب فضل الجلوس فی مصلاه بعدالصبح (ح: ۶۷۱) انیس)

"وعن أنس بن مالک رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم: "صلاة الرجل فی بیته صلاة وفی مسجد القبائل بخمس وعشرین صلاة، وصلاته فی المسجد الذی یجمع فیه بخمس مائة صلاة، وصلاته فی المسجد الأقصی بخمسین ألف صلاة، وصلاته فی مسجدی بخمسین ألف صلاة، وصلاته فی المسجد الحرام بمائة ألف صلاة". (رواه ابن ماجة) (باب ماجاء فی الصلاة فی المسجد (ح: ۱۴۱۳) انیس)

(۳) "قال رحمه اللّٰه تعالیٰ: الجماعة سنة مؤکدة ... ==

## جیل میں اذان دی جائے یا نہیں:

سوال: جیل میں نماز با جماعت پڑھی جاتی ہے وہاں اذان کہنا چاہئے یا نہیں یا صرف تکبیر پر اکتفا کیا جائے؟

الجواب

اگر وہاں اذان کی روک ٹوک اور ممانعت نہ ہو تو اذان کہنا اچھا ہے اور ثواب ہے اور اگر نہ کہیں اور صرف اقامت پر اکتفا کریں تو یہ بھی بلا کراہت درست ہے۔

درمختار میں ہے:

**(بخلاف مصلٍّ) ولو بجماعة (فی بیته بمصر) أو قرية لها مسجد فلایکره ترکهما إذ أذان الحی یکفیه.** (۱)

اور شامی میں ہے:

**(قوله فی بیته) أی فیما یتعلق بالبلد من الدار و الکرم و غیرهما، الخ.** (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲/۱۰۵)

## جیل میں قیدیوں کے لئے اذان کا مسئلہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علما دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نوشہرہ حوالات میں زمانہ قدیم سے یہ طریقہ تھا کہ وہاں پر قیدی نماز با جماعت بھی پڑھتے تھے اور اذان بھی دیتے تھے۔ اب ایک مولوی صاحب نے قیدیوں کو اس سے منع کیا ہے کہ تم اذان بھی نہ دو اور جماعت بھی نہ کرو۔ یہ شرع میں منع ہے۔ اس لئے کہ اذان اس جگہ دینی چاہئے جہاں دروازے کھلے ہوں اور عام لوگ بلا قید و قیود آ جا سکتے ہوں۔ مولوی صاحب نے یہ بھی بتایا کہ ہم مجرم ہیں اور مجرم کی اقتدا صحیح نہیں۔ لہٰذا التماس ہے کہ شرع محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روشنی میں اس مسئلہ کا جواب بحوالہ کتب معتبرہ مدلل تحریر فرماویں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: محمد سیف اللہ......۳۱ جولائی ۱۹۷۳ء۔)

== تشبه الواجب فی القوة حتی استدل بملازمتها علیٰ وجود الإیمان ... ثم منهم من یقول: إنها فریضة کفایة ... واستدل بقوله صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم: "صلاة الرجل فی جماعة تزید علیٰ صلاته فی بیته، وصلاته فی سوقه بسبع وعشرین درجة". وهذا یفید الجواز، ولو کانت فرض عین، لما جازت صلاته" (تبیین الحقائق، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۳۴۰-۳۴۱، دار الکتب العلمیة، بیروت)

(۱) قوله (ولو بجماعة) وعن أبی حنیفة: لو اکتفوا بأذان الناس أجزأهم وقد أساؤا. (ردالمحتار، باب الأذان، قبل مطلب فی کراهة تکرار الجماعة فی المسجد: ۱/۳۶۶)

اس سے معلوم ہوا کہ اچھا یہی ہے کہ اذان دی جائے۔ ظفیر

(۲) دیکھئے: ردالمحتار، باب الأذان: ۱/۳۶۶، حوالۂ بالا ظفیر

الجواب

نماز جمعہ کو حوالات میں پڑھنا الگ چیز ہے اور نماز با جماعت الگ چیز ہے اور اس دوسری صورت میں اذان نہ دینا بے قاعدہ حکم ہے۔(۱) اگر اس مولوی صاحب کو جزئیہ معلوم ہو تو ہمیں روانہ کریں۔ وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲/۲۱۰)

## مجبوری کی صورت میں بغیر اذان کے نماز درست ہے:

(از ہفتہ وار مسلم دہلی مورخہ ۲۴/اپریل ۱۹۲۲ء)

سوال (۱) جیل میں اگر اذان سے روک دیا جائے تو پھر کیا کرنا چاہئے؟

(۲) جیل میں اگر پانی نہ ملے یا جیل والے عمداً پانی نہ لینے دیں تو نماز کی ادائیگی کے لئے کیا کرنا چاہئے؟

(۳) جیل میں اگر وہ با جماعت نماز نہ پڑھنے دیں تو کیا صورت ہوگی؟

(۴) مقاطعۂ جوعی بطور احتجاجی برخلاف بدسلوکی کیا جائے تو کیا حکم ہے؟

**(المستفتی: دفتر مجلس خلافت پنجاب (لاہور)**

الجواب

(۱) اذان دینے کی کوشش کرنی چاہئے اور جب کہ کسی طرح جابر حکام اجازت نہ دیں، تو بغیر اذان نماز پڑھ لی جائے۔(۲)

(۲) جیل میں اگر جابر حکام وضو کے لئے پانی نہ دیں اور کسی طرح پانی دستیاب نہ ہو یا اس کے استعمال پر قدرت نہ ہو تو تیمّم سے نماز پڑھ لیں۔(۳)

(۳) جماعت سے نماز پڑھنے کی اجازت کے لئے کوشش کی جائے اور کسی طرح بھی اجازت نہ ملے تو فرداً نماز پڑھ لی جائے۔(۴)

(۴) مقاطعۂ جوعی اس حد تک کہ ہلاکت کا گمان غالب نہ ہو جائے جائز ہے۔ (۵)

محمد کفایت اللہ کان اللہ غفرلہ۔ (کفایت المفتی: ۳/۴۹۱)

---

(۱) قال العلامة ابن عابدين: (قوله: للفرائض الخمس الخ) دخلت الجمعة. بحر. وشمل حالة السفر والحضر والانفراد والجماعة، قال في مواهب الرحمٰن ونور الإيضاح ولو منفردًا أداء أو قضاءً سفرًا أو حضرًا. (رد المحتار علىٰ هامش الدر المختار، باب الأذان: ۱/۲۸۳)

(۲) وهو سنة مؤكدة للفرائض في وقتها ولو قضاءً الخ. (تنوير الأبصار مع الدر المختار، باب الأذان: ۱/۳۸۴، ط: سعيد) (بخلاف مصلٍّ) ولو بجماعة (في بيته بمصر) أو قرية لها مسجد فلا يكره تركهما، إذ أذان الحي يكفيه، الخ. (التنوير و شرحه، رد المحتار، باب الأذان: ۱/۳۹۵، ط: سعيد)

==

## غیر مسلموں کی بستی میں اذان کا حکم:

سوال: جس گاؤں میں مسجد نہ ہوں اور اذان کی آواز نہ آتی ہو، نیز ہندوؤں کی زیادتی ہو تو کیا اذان کہے بغیر نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز وہاں رہنا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــ حامدًا و مصلیاً

اگر زیادہ بلند آواز سے اذان پر قدرت نہ ہو تو پست آواز سے اذان کہے، (۱) اذان سنت ہے، نماز بغیر اذان بھی درست ہو جاتی ہے، البتہ سنت ترک ہوتی ہے۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ ۱۳/رجب/۶۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ ۱۴/رجب ۶۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۳۹۶-۳۹۷)

## قریب قریب دو مسجدوں میں اذان کہنا:

سوال: دو مسجدیں قریب قریب ہیں، ایک مسجد کی اذان دوسری تک سنائی دیتی ہے، تو کیا ایک ہی مسجد میں پڑھنا کافی ہے یا نہیں؟ اگر کافی نہیں تو دوسری مسجد والے کہ جس میں اذان نہیں ہوتی تھی گناہ گار ہوں گے یا نہیں؟

==(۳) من عجز عن استعمال الماء لبعده ميلا أو لمرض أوبرد أوخوف عدو ... تيمم. (تنوير الأبصار متن الدر المختار علٰى صدر رد المحتار، باب التيمم: ۱/۲۳۲-۲۳۶، ط، سعيد)

(۴) والجماعة سنة مؤكدة للرجال و أقلها اثنان ... فتسن أو تجب على الرجال العقلاء البالغين الأحرار القادرين على الصلاة بالجماعة من غير حرج، الخ. (تنوير الأبصار علٰى صدر رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۵۲-۵۵٤، ط، سعيد)

(۵) ومثل هذا إذا أكره على شرب الدم أو أكل لحم الخنزير وهذا إذا كان أكبر رأيه أنهم يوقعون به ما توعّدوه به أو غلب على ظنه ذلك، أما إذا لم يكن ذلك لم يسعه تناوله. (الجوهرة النيرة، بمايثبت حكم الإكراه: ۲/۲٥٤. انيس)

**حاشيه صفحه هذا:**

(۱) والمؤذن في بيته يرفع دون ذلك فوق ما يسمع نفسه، وعليه يحمل ما في القهستاني، فليتأمل. (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في أذان الجوق: ۱/۳۹۰، سعيد)

ما أبيح للضرورة يتقدر بقدرها. (الأشباه و النظائر، القاعدة الخامسة: الضرر يزال: ۱/۲٥۲، إدارة القرآن و العلوم الإسلامية)

(۲) (وهو سنة) ... (مؤكدة) هي كالواجب في لحوق الاثم (للفرائض) الخ. (الدر المختار علٰى صدر رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۳۸٤، سعيد)

"قوله: سن للفرائض: أي سن الأذان للصلوات الخمس و الجمعة سنة مؤكدة قوية قريبة من الواجب، حتى أطلق بعضهم عليه الوجوب ...... وفي غاية البيان و المحيط...... لأن السنة المؤكدة في معنى الواجب في حق لحوق الإثم لتاركهما". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/٤٤٤-٤٤٥، رشيدية)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

دونوں مسجدوں میں علیحدہ علیحدہ اذان مسنون ہے،صرف ایک پر اکتفا کرنا خلاف سنت ہے،جولوگ ایسا کریں گے وہ تارک سنت ہوں گے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔(فتاویٰ محمودیہ:۳۹۹/۵)

## قریب قریب میں واقع دو مسجدوں میں آگے پیچھے اذان دینے کا حکم:

سوال: دو مسجدیں قریب قریب ہیں،ایک مسجد والے صحیح ٹائم پر اذان پڑھتے ہیں،دوسری مسجد والے انتظار کرتے ہیں اذان ختم ہونے کا،جس میں تقریباً چار پانچ منٹ لگ جاتے ہیں،چاہے مغرب کا ٹائم ہو،جس کی وجہ سے روزہ دار روزہ دیر سے کھولتے ہیں اوراذان دیر سے دینے میں کوئی نقصان تو نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ و باللہ التوفیق

دوسری مسجد میں جوذرا دیر سے یعنی ۴/۶ منٹ دیر کر کے اذان دیتے ہیں،اس میں کوئی حرج نہیں، بلکہ دونوں مسجدوں میں ساتھ ساتھ اذان دینے سے یہ تاخیر بہتر ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ العبد نظام الدین الاعظمی عفی عنہ،مفتی دارالعلوم دیوبند۔۱۴۰۹/۲/۱۴ھ

الجواب صحیح:کفیل الرحمٰن نشاط، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔(نظام الفتاویٰ،جلد پنجم،جزءاول:۹۶)

(۱) الأذان سنة لأداء المكتوبات بالجماعة،كذا فی فتاویٰ قاضی خان.وقيل:إنه واجب، والصحيح أنه سنة مؤكدة،كذا فی الكافی،وعليه عامة المشايخ،هكذا فی المحيط.(الفتاویٰ الهندية،كتاب الصلاة،الباب الثانی فی الأذان، الفصل الأول فی صفته وأحوال المؤذن: ٥٣/١،رشيدية)

”الأذان سنة للصلوات الخمس والجمعة دون ما سواهما“.(الهداية)

(قوله:الأذان سنة)هوقول عامة الفقهاء ،وكذا الاقامة.وقال بعض مشائخنا:واجب لقول محمد“.(فتح القدير، كتاب الصلاة،باب الأذان: ٢٤٠/١،مصطفى ألبانی الحلبی مصر)

”ويؤذن له ... الصلوات المكتوبة التی تؤدی بجماعة مستحبة فی حال الإقامة“(بدائع الصنائع،كتاب الصلاة، فصل فی بيان محل وجوب الأذان: ٦٥٠/١،دار الكتب العلمية،بيروت)

”وإذا قسم أهل المحلة المسجد وضربوا فيه حائطاً ولكل منهم إمام علىٰ حدة ومؤذنهم واحد،لابأس به، و الأولىٰ أن يكون لكل طائفة مؤذن“.(البحر الرائق،باب مايفسد الصلاة: ٦٢/٢،رشدية)

قلت:أرأيت القوم يكون بينهم المسجد ومؤذنهم واحد فاقتسموا المسجد بينهم فضربوا حائطاً وسطه ولكل طائفة إمام على حدة هل يجزيهم أن يكون مؤذنهم واحداً؟قال:نعم،ولكن لاينبغی لهم يقتسموا المسجد ولا تجوز القسمة فيه،الخ.(الأصل المعروف بالمبسوط للشيبانی،باب من نسی صلاة ذكرها من الغد: ١٤٣/١.انيس)

## ایک مسجد کی اذان دوسری متصل مسجد کے لئے کافی نہیں:

سوال: سوال یہ ہے کہ دو مسجدیں بالکل متصل ہیں ایک چھوٹی ہے ایک بڑی، دونوں میں الگ الگ جماعتیں ہوتی ہیں، تو کیا ایک مسجد کی اذان کافی نہیں ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدا و مصلیاً

جب دو مسجدیں مستقل ہیں اور دونوں میں جداگانہ جماعت ہوتی ہے، ہر مسجد میں اذان بھی جماعت کے لئے مستقل کہی جائے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند-۱۳/۸/۱۳۸۹ھ-(فتاویٰ محمودیہ:۳۹۹/۵-۴۰۰)

## بیک وقت دو لوگوں کی اذان:

سوال: لائٹ کی عدم موجودگی میں دو شخص کسی ایسی مسجد میں جس میں مشرقی ومغربی سمتوں میں دو دروازے ہیں، بیک وقت اذان دے سکتے ہیں؟

هــو المصــوب ــــــــــــــــ

اگر دو مؤذنوں کی اذان کی بیک وقت ضرورت ہو تو شرعا دو شخص بیک وقت اذان دے سکتے ہیں:

**وإذا كان الإعلام لا يحصل بواحد أذنوا بحسب ما يحتاج إليه، إما أن يؤذن كل واحد فى منارة أو ناحية أو أذنوا دفعة واحدة فى موضع واحد وإن خافوا من تأذين واحد بعد الآخر فوات أول الوقت، أذنوا جميعًا دفعةً واحدةً.(۲)**

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی-تصویب: ناصر علی ندوی-(فتاویٰ ندوۃ العلماء:۳۸۰/۱)

## اذان سے متعلق چند سوالوں پر مشتمل ایک استفتا:

سوال: مکتوم مباد کہ اذان نماز پنجگانہ در مسجد دادن وشباں گا چراغ روشن کردن اگر جماعت نباشد و چوں گاہے گردد وگاہے نہ گردد، پس چہ حکم دارد و اذان محض بر جماعت مسنون است یا برائے مسجد نیز شرط است و چوں گاہے ترک

---

(۱) "ويؤذن له ... الصلوات المكتوبة التى تؤدى بجماعة مستحبة فى حال الإقامة". (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل فى بيان محل وجوب الأذان: ٦٥٠/١، دار الكتب العلمية، بيروت)

"وإذا قسم أهل المحلة المسجد وضربوا فيه حائطاً ولكل منهم إمام على حدة ومؤذنهم واحد، لابأس به، و الأولى أن يكون لكل طائفة مؤذن". (البحر الرائق، باب مايفسد الصلاة: ٦٢/٢، رشدية)

(۲) المغنى لابن قدامة: ٤٢٩/١، الموسوعة الفقهية الكويتية: ٣٧١/٢-

گردد چہ لازم آید وبعض مؤذنان ایں اطراف گاہ بگاہ بدعوت رود وآنجا نماز با جماعت خواند پس اذان جا آمدہ اذان دادہ بکار خویش مشغول شود، پس اذان دریں صورت مسنون است یا نہ، جملہ صور مفصلاً تحریر فرمودہ ممنون سازند؟(۱)

الجواب

اذان در ہر مسجد سنتِ مؤکدہ مثل واجب ہست خواہ جماعت باشد یا شخصے تنہا نماز گزارد ولیکن اگر از محلّہ ثانیہ آواز رسیدہ باشد آں کفایت کند واذان کسے دہد کہ نماز دریں مسجد گزارد واذان شخصیکہ نماز بمسجد دیگر خواندہ است کراہت دارد وہمچنیں بعد اذان بمسجد دیگر رفتن ممنوع ست۔(۲)

**كما قال الشامي: ١/ ٣٥٧،تحت قول الدر (للفرائض الخمس):**

**دخلت الجمعة (بحر)وشمل حالة السفر والحضر والانفراد والجماعة،قال في مواهب الرحمٰن ونور الإيضاح:ولو منفردًا أداءً أوقضاءً سفرًا أوحضرًا،آه.**

**وفيه أيضًا تحت(قوله كالواجب): ... قال في النهر:ولم أرحكم البلدة الواحدة إذا اتسعت أطرافها كمصر والظاهر أن أهل كل محلة سمعوا الأذان ولو من محلة أخرىٰ يسقط عنهم لا إن لم يسمعوا،آه.**

**وأيضًا فيه: ٣٧٣/١، تحت قوله (ويكره له أن يؤذن في مسجدين):**

**لأن (٣) الأذان للمكتوبة وهوفي المسجد الثاني يصلي النافلة فلا ينبغي أن يدعو الناس إلى المكتوبة وهو لايساعدهم فيها،آه،بدائع.**

**وفيه أيضاً: ٦٦٨/١ :(وكره)تحريما للنهي (خروج من لم يصل من مسجد أذن فيه).(۴)**

(۱) ترجمہ: ایک مسجد ہے، جہاں کبھی نماز پنجگانہ کی جماعت ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی ہے،ایسی مسجد میں نماز پنجگانہ کی اذان دینا اور راتوں میں چراغ جلانا شرعاً کیسا ہے؟ کیا اذان جماعت کے لیے مسنون ہے یا مسجد کے لیے بھی شرط ہے،اھر کبھی اذان نہ ہو تو شرعاً کیا حکم ہے؟ اس حلقہ کے موذن حضرات بعض دفعہ دعوت میں چلے جاتے ہیں اور وہیں نماز با جماعت ادا کر لیتے ہیں، واپسی پر اپنی اپنی مسجدوں میں اذان دے کر اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو جاتے ہیں، ایسی صورت میں یہ اذان مسنون ہے یا نہیں؟ مفصل بیان فرما کر احسان فرمائیں؟ (انیس)

(۲) اذان ہر مسجد میں سنت مؤکدہ واجب کی مانند ہے،خواہ جماعت سے نماز ہو یا کوئی آدمی تنہا نماز ادا کرے،البتہ دوسرے محلّہ سے اذان کی آواز آتی ہو تو کافی ہو جائے گی۔ جو شخص کسی مسجد میں اذان دے وہ نماز اسی مسجد میں ادا کرے،ایک مسجد میں نماز ادا کر کے اذان دوسری مسجد میں دینا مکروہ ہے،اسی طرح ایک مسجد میں اذان دے کر دوسری مسجد میں جانا ممنوع ہے۔

مالك أنه بلغه أن سعيدبن المسيب قال:يقال:لايخرج من المسجد أحد بعد النداء إلاأحد يريد الرجوع إليه إلامنافق.(موطأالإمام مالك،انتظار الصلاة والمشي إليها،ت:الأعظمي (ح:٥٥٨)انيس)

(۳) قلت:علم من التعليل أن التأذين مكروه لمن قد صلّى سواء أذن في مسجد آخر أو لا،فافهم.منه

(۴) الدر المختار،باب ادراك الفريضة:٥٤/٢،دار الفكر.انيس

ولیکن چراغ روشن کردن پس حکم آں نیافتم کہ سنت است یا مستحب آرے ایں قدر معلوم است کہ ایں فعل از زمانہ قدیم متوارث است، ونیز آنکہ دریں امر نیز جماعت را دخل نیست بلکہ بہر حال روشن کردن مساوی ہست خواہ دراں مسجد جماعت باشد خواہ منفرداً نماز خواندہ شود، البتہ مسجد یکہ آمدن کسے دراں احتمال ندارد، چنانکہ بعض مساجد درخرابہ ہا با شد دریں چنیں مسجد چراغ روشن کردن ندانم چہ حکم دارد۔(۱) واللہ اعلم

۲/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۰ھ۔(امداد الاحکام: ۲/ ۴۸-۴۹)

## اذان ومؤذن سے متعلق چند مسائل:

سوال (۱) مؤذن کا بغیر وضو کے اکثر اذان دینا کیسا ہے؟

(۲) مؤذن پر اگر غسل واجب ہو تو اس کی اذان کا کیا حکم ہے؟

(۳) مؤذن اگر محلوق اللحیہ ہو تو اس کی اذان کا کیا حکم ہے؟

(۴) فجر کی اذان اگر وقت سے تین یا پانچ منٹ قبل دے دی گئی ہو تو وہ واجب الاعادہ ہے یا نہیں؟

(۵) بلا عذر شرعی اگر مؤذن اذان بیٹھ کر دے تو اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

(۱) اذان ذکر اعظم ہے، اس کی عظمت کے پیش نظر فقہا نے باوضو اذان دینے کو باعث ثواب کہا ہے۔البتہ بغیر وضو کے اذان بلا کراہت جائز ہے، (۲) لیکن اس کی عادت بنالینا اچھا نہیں ہے، اس لئے باوضو اذان دینا چاہئے۔(۳)

---

(۱) ترجمہ: لیکن چراغ جلانے کا حکم مجھے معلوم نہیں کہ وہ سنت ہے یا مستحب، البتہ اتنا معلوم ہے یہ عمل زمانہ قدیم سے معمول رہا ہے، نیز اس عمل میں جماعت کا کوئی دخل نہیں ہے، نماز خواہ تنہا پڑھی جائے یا جماعت سے حکم یکساں ہے۔البتہ وہ مسجد جس میں کسی کے آنے کا احتمال نہ ہو جیسا کہ بعض ویران مساجد، ایسی مسجدوں میں چراغ جلانا چاہئے یا نہیں، معلوم نہیں۔(انیس)

عن أنس بن مالک قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من أسرج فی مسجد من مساجد اللّٰہ سراجاً لم تزل الملائکۃ وحملۃ العرش یستغفرون لہ مادام فی ذلک المسجد ضوء من ذلک السراج.(مسند الحارث، باب فیمن أسرج فی المسجد (ح: ۱۲۷) انیس)

(۲) عن إبراھیم قال: لابأس أن یؤذن علٰی غیر وضوء.(مصنف ابن أبی شیبۃ، فی المؤذن یؤذن وھو علٰی غیر وضوء (ح: ۲۱۸۹) انیس)

عن أبی سعید الخدری قال: أول من أسرج فی المساجد تمیم الداری.(سنن ابن ماجۃ، باب تطھیر المساجد وتطیبھا (ح: ۷۶۰)/ المعجم الکبیر، تمیم بن أوس الداری (ح: ۱۲۴۷) انیس)

(۳) عن أبی ھریرۃ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: لایؤذن إلا متوضی.(الترمذی، باب ما جاء فی کراھیۃ الأذان بغیر وضوء (ح: ۲۰۰) انیس)

(۲)　حالت جنابت میں اذان مکروہ تحریمی ہے،اس کا اعادہ مستحب ہے۔(۱)

(۳)　ڈاڑھی منڈوانے یا کتروانے والا فاسق ہے۔اس لئے اس کی اذان مکروہ تحریمی ہے۔

(۴)　وقت سے پہلے دی گئی اذان کا اعادہ ضروری ہے.

**تقديم الأذان على الوقت في غير الصبح لايجوز اتفاقاً وكذا في الصبح عند أبي حنيفة و محمد رحمهما الله وإن قدم يعاد في الوقت وعليه الفتوىٰ.**(الفتاوىٰ الهندية: ۵۳/۱،بدائع الصنائع: ۱۵۴/۱)

(۵)　بلا عذر شرعی بیٹھ کر اذان دینا مکروہ تحریمی ہے۔اس کا اعادہ مستحب ہے۔

**ويكره أذان جنب وإقامته وإقامة محدث لا أذانه وأذان امرأة وفاسق وسكران وقاعد الخ و يعاد أذان جنب،زاد القهستاني والفاجر والراكب والقاعد والماشي والمنحرف عن القبلة.**(رد المحتار: ۲۶۳/۱)**فقط والله تعالىٰ أعلم بالصواب**

*حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی۔*(حبیب الفتاویٰ: ۷۸/۶-۸۰)

## اذان دینے کا حق مؤذن کو ہے:

سوال:　جامع مسجد شاداب کالونی،لکھنؤ میں ایک مقتدی جو کہ تقریباً ۸۵ سال کے ہیں،وہ صاحب مسجد میں اذان دینے کے لئے بضد رہتے ہیں،جبکہ مقتدیوں کی اکثریت ان کی مندرجہ ذیل کمیوں کی بنا پر معترض ہے۔نمازیوں کی زیادہ تعداد ان کو اذان دینے سے منع کرتی ہے۔امید ہے کہ آپ شرعی اعتبار سے اس کا کوئی حل تجویز فرمائیں گے؟

(۱)　ان صاحب کی عمر زیادہ ہونے سے وہ اذان دینے کے لئے سیدھے کھڑے ہونے سے معذور ہیں، مائک پر جب کھڑے ہوتے ہیں،تو دیوار پکڑ کر اذان دیتے ہیں اور کان میں ایک ہاتھ کی انگلی ہی لگا کر اذان دیتے ہیں،دوسرا ہاتھ ان کا دیوار پر رہتا ہے۔

(۲)　اذان دینے کے بعد امام کے پیچھے بیٹھ جاتے ہیں،وہ کھڑے ہو کر تکبیر نہیں کہہ سکتے ہیں،ان کی جگہ پر کوئی دوسرا تکبیر کہتا ہے،تقریباً یہ روز کا معمول ہے۔

(۳)　مقتدیوں کا کہنا ہے کہ جب مؤذن اس کے لئے مقرر ہے،تو اس کو اذان دینا چاہئے،جبکہ مؤذن نئی عمر کے حافظ قرآن ہیں اور اچھی اذان دیتے ہیں۔

(۴)　مقتدی حضرات ان کی اذان اور تلفظ کو صحیح نہیں مانتے ہیں، ان حالات میں جو شرعی تجویز ہو، تحریر فرمائیں۔

---

(۱)　مؤذن أذن على غير وضوء وأقام ؟ قال:لايعيد،والجنب أحب إلى أن يعيد.(الجامع الصغير،باب الأذان: ۸۴/۱،المحيط البرهاني في الفقه النعماني،الفصل السادس في التغني والألحان: ۳۴۴/۱-انيس)

ھــو المـصــوب

جو مؤذن مقرر شدہ ہیں، انہیں کو اذان دینا چاہئے، (۱) دوسرے کو ان کی موجودگی میں اذان دینا درست نہ ہوگا۔ خاص طور پر جو صحیح اذان دینے پر قادر نہ ہو، اس کو اذان دینے کی شرعاً اجازت نہیں ہے اور جو اذان دے گا، وہی تکبیر کہے گا۔ (۲)

تحریر: محمد ظہور ندوی عفا اللہ عنہ۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۱/۳۵۶۔۳۵۷)

## کیا اذان دینا امام کی ذمہ داری ہے:

سوال: امام مسجد پر اذان کہنا، صاف صفائی کرنا و انتظام دیکھنا کیا شرعاً واجب ہیں؟

ھــو المـصــوب

امام مقرر کرتے وقت تمام باتوں کی وضاحت کر دینا لازم ہے۔ حسب معاہدہ ہر ایک کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

تحریر: محمد ظہور ندوی عفا اللہ عنہ۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۱/۳۶۶)

## کیا امام اذان دے سکتا ہے:

سوال: محلّہ کی مسجد میں امام تو ہیں، مگر کوئی مؤذن نہیں ہے، ایک صاحب محلّہ کے ناخواندہ ہیں، ان کی زبان سے حروف صحیح نہیں نکلتے، أنون أن لا إلــه إلا الـلّــه کہتے ہیں، ان کو اذان دینے کی اجازت کا مسئلہ ہے، اگر اذان دینے والا نہ ہو، تو امام دے سکتا ہے؟

ھــو المـصــوب

ایسے شخص کو اذان دینی چاہئے جو کلمات صحیح طور پر ادا کرتے ہوں، اگر کسی وقت مؤذن نہ ہو تو امام بھی اذان دے سکتا ہے۔ (۳) أشھد کی جگہ انون کہنا صحیح نہیں ہے۔

تحریر: ناصر علی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۱/۳۶۶)

---

(۱) ومنها أن يكون مواظبا على الأذان لأن حصول الإعلام لأهل المسجد بصوت المواظب أبلغ من حصوله لصوت من لا عهد لهم بصوته فكان أفضل. (بدائع الصنائع: ۱/۳۷۳)

(۲) زياد بن الحارث الصدائي قال: لما كان أول أذان الصبح أمرني يعني النبي صلى الله عليه وسلم فأذنت فجعلت أقول: أقيم يارسول الله؟ فجعل ينظر إلى ناحية المشرق من الفجر، فيقول: لا، حتى إذا طلع الفجر نزل فبرز، ثم انصرف إليّ وقد تلاحق أصحابه - يعني فتوضأ - فأراد بلال أن يقيم، فقال له نبي الله صلى الله عليه وسلم: إن أخا صداء هو أذن ومن أذن فهو يقيم، قال: فأقمت. (سنن أبي داؤد، باب في الرجل يؤذن ويقيم آخر (ح: ۵۱٤) انیس)

البتہ یہ ضروری نہیں ہے، روایت میں ہے: عن بعض مؤذني النبي صلى الله عليه وسلم قال: كان ابن أم مكتوم يؤذن ويقيم بلال، وربما أذن بلال وأقام ابن أم مكتوم. (مصنف ابن أبي شيبة، في الرجل يؤذن ويقيم غيره (ح: ۲۲٤۳) انیس)

(۳) الأفضل كون الإمام هو المؤذن. (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۷۱)

## مؤذن کے لئے خاص مصلیٰ:

سوال: زید نے مؤذن کی حیثیت سے عام نمازیوں سے ممتاز رکھنے کے لئے ایک مصلیٰ امام کے پیچھے بچھا دیا، کیا زید کا یہ کرنا درست ہے یا نہیں؟

هــو المصــوب

کسی مقتدی کا اپنے لئے کسی جگہ کا خاص کر لینا اور اپنی جگہ کو عام نمازیوں سے ممتاز رکھنا شرعاً درست نہیں ہے،(۱) البتہ مؤذن کے لئے ایسا انتظام کیا جاسکتا ہے۔تا کہ موذن کی جگہ دوسرے نہ لیں اور انتشار نہ ہو۔

تحریر: محمد طارق ندوی۔تصویب: ناصر علی۔(فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۱/۳۸۰)

## مؤذن کو چھٹی کا استحقاق:

سوال: ہماری مسجد کے امام وخطیب صاحب ماشاءاللہ حافظ وقاری عالم وفاضل ہیں اور ایک جامعہ میں عالم کورس کے وسطیٰ وعلیا درجات کے مدرس ہیں اور بعض دینی تنظیموں کے رکن بھی ہیں۔ہم تمام مصلیان کرام امام صاحب کے خطبۂ جمعہ روزانہ درس قرآن، درس حدیث انفرادی واجتماعی خاص خاص مواقع کی نصیحتوں اور مختلف مسائل میں رہنمائی سے کافی مستفید ہوتے ہیں۔امام صاحب کا مطالبہ ہے کہ قابل مؤذن کا تقرر کرکے امام ومؤذن کو ہفتہ میں یا عشرہ میں مقررہ کوئی بھی ایک ایک دن اس طرح چھٹی دی جائے کہ جس دن امام صاحب کو چھٹی ہو موذن صاحب اذان کے ساتھ امامت کی ذمہ داری بھی نبھائیں اور جس دن مؤذن صاحب کو چھٹی ہو امام صاحب اذان وغیرہ کی بھی ذمہ داری نبھائیں تا کہ امام ومؤذن اپنی گھریلو خاندانی تنظیمی ضروری تقاضوں کی تکمیل کرسکیں،لیکن مسجد کی کمیٹی اس کے لئے بالکل تیار نہیں ہے۔امام صاحب اپنے مطالبہ پر اٹل ہیں، ورنہ وہ مستعفی ہوجانا چاہتے ہیں،اس سلسلہ میں کس کا موقف درست ہے یا کس کا موقف قابل ترجیح ہے؟امام صاحب کا یا کمیٹی کا؟

نوٹ: مسجد ۷۰ فیصد شیعہ اور ۳۰ فیصد سنیوں کہ مشترکہ آبادی میں واقع ہے۔

(۲) قابل امام مؤذن کا معقول مشاہرہ ومسجد کے دیگر اخراجات مسجد کے کرایوں اور عموی چندہ سے پورے بھی ہوسکتے ہیں۔

(۳) امام وموذن کیلئے فیملی کے ساتھ رہائش کا بھی نظم ہے۔

(۱) عبـد اللّٰـه بـن عـمـر يقول:نهى النبى صلى الله عليه وسلم أن يقيم الرجل أخاه من مقعده ويجلس فيه،قلت لنافع:الجمعة؟قال:الجمعة وغيرها.(الصحيح للبخارى،باب لايقيم الرجل أخاه يوم الجمعةويقعد (ح: ۹۱۱)/ مسند البزار،مسند عبدالله بن عمر (ح:۵۷۷۹)/صحيح ابن خزيمة،باب الأمربالتوسع والتفسح (ح:۱۸۲۲)انيس)

ھــو المصــوب

صورت مسئولہ میں اگر مسجد کی آمدنی میں گنجائش ہے تو مؤذن مقرر کر لینا بہتر ہے۔(۱) امام اور مؤذن کو بنیادی ضروریات کی تکمیل کے لئے مناسب چھٹی کا حق ہے، کمیٹی کو اس کے لئے چھٹی کی تعیین کرنی چاہئے۔ بہرحال ایسی کوئی صورت نہ اپنانی چاہئے، جس میں انتشار پیدا ہو، اگر منتظمین کے سامنے کوئی ایسی دشواری ہو، جس کی وجہ سے ایسا نہیں کر سکتے تو افہام وتفہیم سے کام لے کر لوگوں کو مطمئن کریں۔

تحریر: محمد طارق ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۱/۳۸۴-۳۸۵)

## مؤذن کی تنخواہ سے متعلق ایک سوال:

سوال: زید مسجد کا مؤذن ہے، مسجد کے متولی صاحب نے مؤذن کی شرح یوں رکھی ہے کہ ۳۰۰ روپے میں (متولی) دیا کروں گا، باقی اپنی گولک گھما کر جتنی وصولیابی کرلو، سب تمہاری شرح ہوگی۔ مسجد میں اور جو کچھ مثلاً غلہ وغیرہ آئے، سب تمہارا ہے، زید نے متولی کی شرط مان کر مؤذنی کے فرائض انجام دینے شروع کر دیئے، اب مؤذن کو متولی صاحب ۳۰۰ روپے دیتے ہیں، باقی زید گولک مسجد میں اور شہر میں گھما کر وصولیابی کرتا ہے، گولک میں جو بھی آتا ہے، مؤذن شرح سمجھ کر سب ہی رکھ لیتا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید (مؤذن) متولی صاحب سے ۳۰۰ روپے لے کر باقی گولک مسجد میں اور شہر میں گھما کر جو کچھ آتا ہے، سب کا سب رکھ لیتا ہے، کیا زید کا یہ عمل از روئے شریعت درست ہے؟

ھــو المصــوب

مذکورہ معاملہ درست نہیں ہے، (۲) طرفین کی رضامندی سے متولی پر اجرت متعین لازم کر کے دینا لازم ہے، مؤذن جو وصول کرے گا، وہ مسجد کے لئے ہوگا۔

تحریر: محمد مستقیم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۱/۳۸۲)

---

(۱) ولو استأجر رجلًا ليكنس المسجد ويغلق الباب ويفتحه بمال المسجد جاز، لأنه ليس على المتولى ذلک. (المحيط البرهانى، الفصل الخامس عشر فى بيان مايجوز من الإجارة: ۷/۴۸۱)

ولا يجوز له إعطاء الأجرة من مال الوقف و لو استأجر لكنس المسجد و فتحه و إغلاقه بمال المسجد يجوز، آه. (البحر الرائق، أوقاف ضيعة على فقراء قرابته أو فقراء قريته: ۵/۲۶۱. انيس)

(۲) إذا كان ما وقع عليه الإجارة مجهولاً فى نفسه أو فى أجرة أو فى مدة الإجارة أو فى العمل المستأجر عليه فالإجارة فاسدة. (البحر الرائق: ۷/۳۰۵)

## اجرت پر اذان وامامت کا ثواب ملے گا یا نہیں:

سوال: اذان اور امامت کی اجرت لینے کی تو متاخرین نے اجازت دی ہے، مگر اذان دینے کا اور نماز پڑھانے کا ثواب ملے گا یا نہیں؟ جواب سے ممنون فرمائیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

ثواب ملنا کام کرنے والے کی نیت پر موقوف ہے، اگر نیت ہی تحصیل زر کی ہے تو ثواب نہ ملے گا اور اگر نیت تو عبادت کی ہے، مگر گزارے کے لئے اجرت قبول کررہا ہے تو ثواب ملے گا۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۴/صفر ۱۳۸۹ھ۔(احسن الفتاویٰ:۲/۲۸۳)

## اذان پر اجرت لے سکتا ہے یا نہیں:

سوال: مؤذن کے لئے اذان پر اجرت لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(سائل: مولانا محمد غوث بلال مسجد، گل گشت کالونی، ملتان)

الجواب ــــــــــــــــــ

اگر ضرورت نہ ہو تو بہتر یہی ہے کہ مؤذن اذان کی اجرت نہ لے اور اگر اپنے اور اہل وعیال کے لئے نان ونفقہ کا کوئی انتظام نہ ہو، تو اجرت لے سکتا ہے، اس اجرت ملنے کے باوجود اسے اذان دینے کا ثواب بھی ملے گا، بشرطیکہ اذان ثواب کی نیت سے دیتا ہو:

**وإنما يستحق ثواب المؤذنين إذا كان عالماً بالسنة والأوقات ولو غير محتسب، آه.(الدر المختار)**

**(قوله غير محتسب) إن كان قصده وجه الله تعالىٰ لكنه بمراعاته للأوقات والاشتغال به يقل اكتسابه عما يكفيه لنفسه وعياله فيأخذ الأجرة لئلا يمنعه الاكتساب عن إقامة هٰذه الوظيفة الشريفة ولولا ذلك لم يأخذ أجرًا فله الثواب المذكور بل يكون جمع بين عبادتين وهما الأذان والسعي على العيال وإنما الأعمال بالنيات (رد المحتار: ۱/۲۸۸) فقط والله تعالىٰ أعلم**

احقر مفتی محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی خیر المدارس ملتان ۲۲/۱۱/۱۴۱۰ھ۔(خیر الفتاویٰ:۲/۲۲۲)

---

(۱) عمر بن الخطاب يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إنما الأعمال بالنيات وإنما لامرئ مانوى فمن كانت هجرته إلى الله ورسوله فهجرته إلى الله ورسوله ومن كانت هجرته إلى دنيا يصيبها أو امرأة يتزوجها فهجرته إلى ما هاجر إليه. (موطا الإمام مالك رواية محمد بن الحسن الشيباني، باب النوادر (ح: ۹۸۳)/ مسند الحميدي، أحاديث عمر بن الخطاب (ح: ۲۸)/ الصحيح للبخاري، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم (ح: ۱)/ الصحيح لمسلم، باب قوله صلى الله عليه وسلم إنما الأعمال بالنية (ح: ۱۹۰۷) انيس)

## مؤذن کی کوتاہی سے متعلق ایک سوال:

سوال: مؤذن کی غیر ذمہ داری اور لاپروائی کی وجہ سے اکثر بغیر اذان کے نماز ہوتی ہے، جو بغیر اذان کی نماز مسجد میں باجماعت ہوتی ہے اس کے بارے میں کیا حکم ہے، نیز بے وضو اذان کہنا مستقل مزاج ہوگیا ہے، اور اگر کبھی اذان بھی کہتے ہیں تو بغیر نماز پڑھے سوجاتے ہیں، ایسا شخص مؤذن کے لائق ہے یا نہیں؟

هو المصوب

اگر فی الواقع ویسا ہی ہے جیسا کہ آپ بیان کررہے ہیں تو بغیر اذان کے نماز نہیں پڑھی جائے، اذان دینا چاہئے، پھر نماز ادا کریں۔ دوسری صورت میں عادت بنالینا مکروہ ہے، کبھی کبھار ضرورۃً اجازت ہے۔(۱)

تیسری صورت میں ایسا شخص اگر نماز چھوڑ دیتا ہے تو گنہگار ہوگا اور توبہ کرلے تو ٹھیک ہے، ورنہ عادت بنالینے کی صورت میں اذان دینے کے لائق نہیں ہے۔

تحریر: محمد طارق ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۱/۳۸۳)

## مؤذن کو کرایہ مکان وبجلی کی سہولت:

سوال: اشرف آباد میں ایک قدیم مسجد ہے، اس کے بغل میں ایک گھر ہے جو مسجد کی ملکیت میں وقف ہے، اس میں ایک مؤذن صاحب رہتے ہیں، پہلے مؤذن صاحب سے اس گھر کا کرایہ لیا جاتا تھا لیکن اب لوگوں کا کہنا ہے کہ مسجد کی دیکھ بھال بھی کرتے ہیں۔ ان سے کرایہ نہ لیا جائے۔ دوسری ضروری بات یہ ہے کہ پانی کا کنکشن مسجد اور گھر کا ایک ہی ہے۔ اس پر لوگوں کا اعتراض ہے کہ وہ اپنا کنکشن الگ کرلیں جب لوگ مسجد کی ملکیت کا گھر دے سکتے ہیں تو پانی دینے میں کیا حرج ہے۔

هو المصوب

منتظمین مسجد کرایہ مکان اور بجلی کی سہولت مؤذن کو دے سکتے ہیں۔(۲)

تحریر: محمد ظہور ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۱/۳۸۲-۳۸۳)

---

(۱) عن أبی هریرة عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: لا یأذن إلا متوضی ... قال أبوعیسٰی: وحدیث أبی هریرة لم یرفعه ابن وهب وهو أصح من حدیث الولید بن مسلم. (سنن الترمذی، أبواب الصلٰوة، باب ما جاء فی کراهیة الأذان بغیر وضوء (ح: ۲۰۰)

ولا یکره أذان المحدث فی ظاهر الروایة هکذا فی الکافی وهذا الصحیح، کذا فی الجوهرة النیرة. (الفتاویٰ الهندیة: ۱/۵٤)

(۲) أما علی المختار للفتویٰ فی زماننا فیجوز أخذ الأجر للإمام والمؤذن والمعلم والمفتی کما صرحوا به فی کتاب الإجارات. (البحر الرائق: ۱/٤٤۳)

## فائتہ نمازوں کیلئے اذان گھر میں اور صحرا میں:

سوال: گھر میں اور صحرا میں فائتہ نمازوں کے لئے اذان واقامت کا کیا حکم ہے؟

الجواب

گھر میں یا صحرا میں فوائت نمازوں کیلئے اذان واقامت مسنون ہے۔ درمختار میں کہا کہ پہلی فائتہ کیلئے اذان مسنون ہے اور باقی کے لئے اختیار ہے، لیکن کہنا اذان کا نہ کہنے سے بہتر اور اقامت کل کے لئے مسنون ہے۔(۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۹۶)

## قضا نمازوں کے لئے تکبیر واذان کا کیا حکم ہے اور مرد وعورت کا ایک حکم ہے یا الگ الگ:

سوال: قضا نمازوں کے لئے تکبیر کہنا اور اذان کہنا چاہئے یا نہیں؟ مرد وعورت میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟

الجواب

قضا نماز کے لئے تکبیر واذان کہے اگر جماعت سے پڑھے، مسجد سے باہر اور مسجد میں اذان وتکبیر نہ کہے اور عورتیں نہ کہیں۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۱۲۹)

(۱) عن يزيد بن أبى عبيد، عن سلمة بن الأكوع رضى الله عنه: أنه كان إذا لم يدرك الصلوٰة مع القوم أذن وأقام ويثنى الإقامة. (سنن الدارقطنى، باب ذكر الإقامة واختلاف الروايات فيها (ح: ۹۳۲)/انيس)

ويسن أن يؤذن ويقيم لفائتة رافعاً صوته لو بجماعة أو صحراء، لا ببيته منفردًا، وكذا يسنان لأولىٰ الفوائت لا لفاسدة ويخير فيه للباقى لو فى مجلس وفعله أولىٰ ويقيم للكل (الدر المختار) أى لا يخير فى الإقامة للباقى بل يكره تركها. (ردالمحتار، باب الأذان: ۱/ ۳٦۲-۳٦۳، ظفير)

(۲) غزوہ خیبر میں فجر کی نماز قضا ہوگئی تھی جس میں حضرت بلال کو اذان اور اقامت کا حکم دیا۔ روایت میں ہے:

عن أبى هريرة فى هذا الخبر قال: فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: تحولوا عن مكانكم الذى أصابتكم فيه الغفلة، قال: فأمر بلالا فأذن وأقام وصلى. (سنن أبى داؤد، باب فى من نام عن صلوٰة أو نسيها (ح: ٤۳٦) انيس)

فى الهندية، ج: ۱، باب الأذان: والضابطة عندنا أن كل فرض أداءً كان أو قضاءً يؤذن له ويقام سواء أداه منفردًا أو بجماعة إلا الظهر يوم الجمعة فى المصر الخ وإن قضوها بعد الوقت قضوها فى غير ذلك المسجد بأذان وإقامة الخ وليس على النساء أذان ولا إقامة.

وفى الشامى (ص: ٤۰٥): لو أذن لنفسه خافت، الخ.

وفيه: لا (يسن) فيما يقضى من الفوائت فى مسجد، الخ. (ص: ٤۰۹)

(بخلاف مصلٍّ) ولو بجماعة (فى بيته بمصر) أو بقرية لها مسجد فلا يكره تركهما إذ أذان الحى يكفيه لأن أذان المحلة وإقامتها كأذانه وإقامته، الخ.

وفيه (ص: ٥۹۰): تكره تحريماً جماعة النساء.

## جس مسجد کے لئے امام ومؤذن مقرر نہ ہوتو واردین کے لئے اذان واقامت افضل ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حالت سفر میں اکثر مساجد میں جو جماعت ثانیہ کی جاتی ہے تو اس حالت میں اقامت کہنا بہتر ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: مفتی بدر منیر مہتمم دارالعلوم مدینہ بٹ خیلہ ملاکنڈ ایجنسی......۱۰/ذی قعدہ ۱۴۰۹ھ)

الجواب ــــــــــــــــــــ

جس مسجد کے لئے امام ومؤذن مقرر نہ ہوتو واردین کے لئے افضل یہ ہے کہ اذان واقامت کریں۔

**کما فی الهندية: ۱/ ۵٦:**

**"مسجد ليس له مؤذن وإمام معلوم يصلي فيه الناس فوجاً فوجاً بجماعة فالأفضل أن يصلى كل فريق بأذان وإقامة علىٰ حدة، كذا فى فتاوىٰ قاضي خان. (۱) وهو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ: ۲/۲۱۱)

## قضا نماز کے لئے اذان:

سوال: ایک شخص کی سالوں کی نماز قضا ہوئی ہے اور اب وہ مستحب بھی چھوڑ نانہیں چاہتا ہے، وہ مسجد میں ظہر ادا نماز پڑھنے کے بعد یا پہلے قضا نماز پڑھے تو اذان کہے جب کہ وہاں اذان ہو چکی ہو؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

وہاں اذان نہ کہے، بلکہ وہاں نماز قضا بھی کسی کے سامنے نہ پڑھے، قضا نماز مخفی طور پر پڑھ لی جائے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۴۵۱)

---

(۱) الفتاویٰ الهندية، الفصل الأول فى صفته و أحوال المؤذن: ۱/ ۵۵۔

عن أبى بكرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أقبل من بعض نواحي المدينة يريد الصلاة فوجد الناس قد صلوا، فمال إلى منزله، فجمع أهله، فصلى بهم. (المعجم الأوسط، باب من اسمه عبدان (ح: ٤٦٠١)/قال الهيثمي: رواه الطبراني فى الكبير والأوسط ورجاله ثقات. (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، باب فيمن جاء إلى المسجد فوجد الناس قد صلوا: ٢/ ٤٥) انیس)

عن أبى عثمان قال: رأيت أنساً وقد دخل مسجدا قد صلى فيه فأذن وأقام. (مصنف عبدالرزاق الصنعاني، باب الرجل يصلي فى المصر بغير إقامة (ح: ١٩٦٧) انیس)

جاء أنس بن مالك إلى مسجد قد صلى فيه فأذن وأقام وصلى جماعة. (الصحيح للبخاري تعليقاً، باب فضل صلاة الجماعة (قبل ح: ٦٤٥) انیس)

(۲) "ويسن ذلك (أى الأذان)... ولا فيما يقضى من الفوائت فى مسجد ... كأن فيه تشويشاً وتغليظًا، ==

## قضا نماز کے لئے اذان واقامت کا حکم:

سوال: بہشتی گوہر کا ایک حصہ آپ سے سمجھنے کے لئے لکھ رہا ہوں:

''اگر کئی نمازیں قضا ہوئی ہوں اور سب ایک ہی وقت پڑھی جائیں تو صرف پہلی نماز کی اذان دینا سنت ہے اور باقی نمازوں کے لئے صرف اقامت، ہاں یہ مستحب ہے کہ ہر ایک نماز کے لئے واسطے اذان بھی علیحدہ دیجائے''۔

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

غزوۂ خندق میں مشغولی کی بنا پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نمازیں قضا ہوگئی تھیں، جب ان کو عشا کے وقت آپ نے پڑھا تو جماعت کے ساتھ پڑھا، پہلی نماز کے لئے اذان واقامت کہی گئی، بقیہ کے لئے اقامت پر اکتفا کیا گیا، یہی مسئلہ بہشتی گوہر میں بیان کیا گیا ہوگا۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۴۵۳/۵)

## نماز کا اعادہ جب کئی روز بعد ہو، کیا اس میں اذان واقامت دوبارہ کہی جائے:

سوال: اگر چند دنوں کے بعد نماز باجماعت نہ ہونے کی تحقیق ہو تو ایسی صورت میں کیا طریقہ اختیار کرنا ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

صورتِ مذکورہ میں اذان اور اقامت کے ساتھ باجماعت نماز ادا کریں:

''وفي المجتبىٰ: قوم ذكروا فساد صلاة صلوها في المسجد في الوقت، قضوها بجماعة فيه،

== ويكره قضائها فيه؛ لأن التأخير معصية فلا يظهرها، بزازية''. (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۳۹۱/۱، سعيد)

''وفي المجتبىٰ معزياً إلى الحلواني: أنه سنة القضاء في البيوت دون المساجد فإن فيه تشويشاً وتغليطاً آه، وإذا كانوا قد صرحوا بأن الفائتة لا تقضى في المسجد لما فيه من إظهار التكاسل في إخراج الصلاة عن وقتها فالواجب الإخفاء، فالأذان للفائتة في المسجد أولىٰ بالمنع''. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۴۵۵/۱، رشيدية)

(۱) عن أبي عبيدة بن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال عبد الله: إن المشركين شغلوا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن أربع صلوات يوم الخندق، حتىٰ ذهب من الليل ما شاء الله، فأمر بلالاً فأذن ثم أقام، فصلى الظهر، ثم أقام فصلى العصر، ثم أقام فصلى المغرب، ثم أقام فصلى العشاء''. (سنن الترمذي، أبواب الصلاة، باب ماجاء في الرجل تفوته الصلوات بأيتهن يبدأ: ۴۳/۱، سعيد)

''قال رحمه الله تعالىٰ: وكذا الأولىٰ الفوائت: يعني وكذا إذا فاتته صلوات يؤذن للأولىٰ منها، ويقيم لما روينا''. (تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۲۴۷/۱، دار الكتب العلمية، بيروت)

لایعیدون الأذان والإقامة. وإن قضوها بعد الوقت، قضوها فی غیر ذلک المسجد بأذان وإقامة". (ردالمحتار: ۳٦٣/۱)(۱)

"وفی الجامع الهارونی: قوم ذکروا فساد صلاة صلوها فی غیر وقت تلک الصلاة، قضوها بأذان وإقامة فی غیر المسجد الذی صلوا فیه تلک الصلاة مرة، فإن ذکروها فی وقتها، صلوها فی ذلک المسجد ولایعیدون الأذان والإقامة. فإن صلوها فائتة فی ذلک المسجد صلوها وحداناً". (الفتاویٰ التاتارخانیة، کتاب الصلاة، نوع آخر فیمن یقضی الفوائت یقضیها بأذان و إقامة أو غیرهما: ۵۲٤/۱، إدارة القرآن والعلوم الإسلامیة، کراچی)

"وفی الإمداد: أنه إذا کان التفویت لأمر عام، فالأذان فی المسجد لایکره لانتفاء العلة". (کذا فی ردالمحتار: ۳٦٣/۱)(۲)

مگر مسجد کے علاوہ دوسری جگہ پڑھیں اور اذان اتنی بلند نہ ہو کہ دوسرے لوگ اشتباہ میں پڑ جائیں۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ ۲۸/۷/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ ۲۸/۷/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۵۲/۵)

## بھول کر دوبارہ دی جانے والی اذان کا حکم:

سوال: اذان ہو چکی ہو، اور کوئی دوسرا شخص بھولے میں پوچھے بغیر اذان شروع کردے اور جب وہ آدھی اذان پر پہنچے اور اسے علم ہو جائے یا کوئی بتادے، تو کیا اس صورت میں اذان مکمل کرے یا چھوڑ دے؟

الجواب

جب ایک بار اذان ہو چکی ہے، تو دوسری اذان کی ضرورت نہیں، اسے چھوڑ دے۔(۴)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۰۸/۳)

---

(۱-۲) رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الأذان: ۳۹۱/۱، سعید

(۳) "قلتُ: الحق هو التفصیل بأن القضاء لو کان لأمر أعم یؤذن فیه، وإن کان فی المسجد لیحضر من فاته الصلاة لکن لایجهر کثیر فی المسجد، لئلا یشوش فیه علیٰ غیرهم من الناس، وأما إذا لم یکن کذلک فلا یؤذن له فی المسجد لخوف التشویش. وأحب أن یؤذن لنفسه بحیث لایسمعه من سواه". (السعایة فی کشف ما فی شرح الوقایة، کتاب الصلاة، باب الأذان: ۱۰/۲، سهیل اکیڈمی لاهور)

(۴) ولو صلّی فی مسجد بأذان و إقامة هل یکره أن یؤذّن ویقام فیه ثانیًا ... وإن صلّی فیه أهله بأذان وإقامة أو بعض أهله یکره، إلخ. (بدائع الصنائع: ۱۵۳/۱، کتاب الصلاة، فصل فی بیان محل وجوب الأذان)

## منفرد کے لئے اذان واقامت:

سوال: اگر اکیلے کسی جگہ ہو جنگل میدان یا سمندر میں ہو نماز کے وقت پر اذان دیکر نماز پڑھنا ضروری ہے یا بغیر اذان دیئے صرف اقامت کہہ کر نماز پڑھ لینا کافی ہے بعض لوگ صرف مغرب کی نماز اذان دیکر پڑھتے ہیں باقی نمازیں اذان دیئے بغیر صرف اقامت کہہ کر نماز پڑھ لیتے ہیں کیا مسئلہ ہے؟

(عبدالستار اسماعیل (شری گونکر ایس، بی، ٹی جبیل الخبیر سعودی عرب)

الجواب ــــــــــــــــــــ و باللہ التوفیق

اگر جنگل و میدان وغیرہ کسی جگہ میں اکیلے ہوں تو اذان دینا سنت ہے، اس لئے اذان دیکر نماز پڑھنا افضل ہے، باقی اگر بغیر اذان دئے محض اقامت پڑھ کر نماز پڑھ لیں، جب بھی نماز بلا کراہت ادا ہو جائے گی، (۱) اس حکم میں نماز مغرب وغیر مغرب سب برابر ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند، سہارنپور۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱/۲۱۶)

## بعد نماز جمعہ ظہر کی نماز کے لئے اذان دینا کیسا ہے:

سوال: جمعہ کی نماز کے بعد مسجد میں اذان پکاری تو کیا ظہر کی نماز کے لئے اذان پکاری جائے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ و باللہ التوفیق

جمعہ کی نماز کے بعد ظہر کی نماز کے لئے اذان اور پھر ظہر کی نماز دونوں غلط ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالصمد رحمانی۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۳۰۰-۳۰۱)

---

(۱) عن نافع أن عبد الله بن عمر كان لا يزيد على الإقامة في السفر إلا في الصبح، فإنه كان ينادى فيها ويقيم وكان يقول: إنما الأذان للإمام الذى يجتمع إليه الناس. (موطا الإمام مالک، النداء فى السفر وعلى غير وضوء (ح: ۲۳۷)/ الجامع لابن وهب، من كتاب الصلاة (ح: ٤٥٥)/ سنن البيهقي، باب قول من اقتصر على الإقامة فى السفر (ح: ١٩٤٤)/ مصنف ابن أبى شيبة، فى المسافرين يؤذنون أو تجزئهم الإقامة؟ (ح: ٢٢٥٨) انیس)

(۲) جب کہ جمعہ کی نماز پڑھ چکا ہو۔ [مجاہد]

(وكره) تحريمًا (لمعذور ومسجون) ومسافر (أداء ظهر بجماعة فى مصر) قبل الجمعة وبعدها لتقليل الجماعة... (وكذا أهل مصر فاتتهم الجمعة، فإنهم يصلّون الظهر بغير أذان ولا إقامة ولا جماعة. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب الجمعة: ٣/٣٢-٣٣)/ كذا فى البحر الرائق، باب شروط وجوب الجمعة: ٢/١٦٦. انیس)

عن أبى هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أدرك الركوع من الركعة الآخيرة يوم الجمعة فليضف إليها أخرىٰ، ومن لم يدرك الركوع من الركعة الأخيرة فليصل الظهر أربعا. (سنن الدارقطني، باب فيمن يدرك من الجمعة ركعة أو لم يدركها (ح: ١٦٠٣) انیس)

## کیا محلّہ کی اذان کافی ہے:

سوال: ایک ایسا مقام جو بہ طور عبادت گاہ نماز کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے، یعنی جو مسجد کے مقصد سے تعمیر نہیں کیا گیا، جس میں محراب بھی نہیں ہے، لیکن جائے نماز بچھی رہتی ہے، جہاں مستقل طور پر کوئی پیش امام یا مؤذن بھی مقرر نہیں ہے، نماز سے پہلے کوئی صاحب اذان دیتے ہیں، تو کوئی صاحب امامت کرتے ہیں، فجر اور مغرب کی نماز ختم ہونے کے بعد ایک صاحب پوچھتے ہیں کہ کیا آپ میں سے کسی نے اذان دی تھی، اگر جواب ملا کہ کسی نے بھی اذان نہیں دی تو کہا جاتا ہے کہ بغیر اذان کے نماز نہیں ہوتی، پھر اذان دی جاتی ہے، اور یہ صاحب امامت کرتے ہیں، ان مراحل کے طے ہونے تک نماز کا وقت ختم ہو چکا ہوتا ہے، اس بلڈنگ کے اطراف بہت سی مساجد ہیں، جہاں سے مسلسل ایک کے بعد ایک اذان کی آواز آتی ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اطراف کی مساجد میں دی جانے والی اذانوں سے یہاں ادا کی گئی نماز ہو جائے گی، یا اس کے لئے علاحدہ اذان دینا چاہئے، جبکہ نماز کا وقت نکل چکا ہوتا ہے؟

(محمد وہاج الدین نظیر، راجولر، کرناٹک)

الجواب

جس جگہ نماز ادا کی جاتی ہو لیکن باضابطہ مسجد شرعی نہ ہو، اذان دی جانی ضروری نہیں، ایسی جگہ یا باغ یا گھر وغیرہ میں جماعت سے نماز پڑھی جائے تو اذان دینا بہتر تو ہے، لیکن اگر مسجد محلّہ کی اذان کی آواز وہاں تک پہونچتی ہو تو بغیر اذان کے نماز پڑھ لینے میں کوئی کراہت نہیں، عالمگیری میں ہے:

**"وإن كان في كرم أوضيعة يكتفى بأذان القرية ... و إن أذنوا كان أولٰى ".**(۱)

اور علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ! محلّہ کی اذان اس محلّہ کے مکانات وغیرہ کے لئے بھی کافی ہے۔

**" إذ أذان الحي يكفيه".**(۲)

لہٰذا یہ کہنا کہ اذان نہ دینے کی وجہ سے نماز نہیں ہوئی درست نہیں، بلکہ نماز تو مسجد میں بھی خدانخواستہ اگر کبھی اذان نہ ہو پائی تو ہو جاتی ہے، البتہ مسجد میں اذان نہ دینا سخت گناہ ہے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۲/۱۳۱-۱۳۲)

---

(۱) الفتاویٰ الهندية: ۵٤/۱. الفصل الأول فی صفة الأذان وأحوال المؤذن

(۲) رد المحتار: ٦۲/۲.

كذا فی المبسوط للسرخسی، أذان المرأة: ۱۳۳/۱.

وفی السنن الكبریٰ للبیهقی، باب الإكتفاء بأذان الجماعة وإقامتهم (ح: ۱۹۱۱): عن علقمة قال: صلی عبدالله بن مسعود بی وبالأسود بغير أذان ولا إقامة وربّما قال: يجزئنا أذان الحی وإقامتهم. انیس

## جہاں محلّہ کی اذان پہنچتی ہو، وہاں اذان دینا کیسا ہے:

سوال: جس جگہ کے لئے اذان محلّہ کی کفایت کرتی ہے، اگر اس جگہ بھی اذان پکار کر نماز پڑھی جائے، تو کیسا ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

ایسی جگہ بھی اذان کہنی جائز ہے۔(۱) فقط (کفایت المفتی:۳/۲۵-۲۶)

## کیا منیٰ میں ہر خیمے میں اذان دی جائے:

سوال: دورانِ حج منیٰ میں ہر خیمے میں علاحدہ علاحدہ اذان اور جماعت ہوتی ہے، ایک دفعہ میں اپنے دوست کے خیمے میں گیا، عشا کا وقت تھا، انہوں نے بغیر اذان کے جماعت کرادی، اور امامت مجھے کرانی پڑی، میں نے اذان نہ دینے کا سبب دریافت کیا، تو انہوں نے یہ تاویل دی کہ چونکہ اذان کا مقصد وقت کا تعین ہوتا ہے اور وہ ہم ساتھ والے خیمے سے اذان سن کر کر لیتے ہیں۔ آپ یہ بتائیں کہ کیا اس طرح بغیر اذان کے باجماعت نماز ادا کر سکتے ہیں (یاد رہے کہ منیٰ میں تین دن رہنا پڑتا ہے اور پانچ نمازیں باجماعت روزانہ ادا کرنا پڑتی ہیں)، اور کسی اور جگہ کی اذان سن کر ہم اپنی علاحدہ جماعت کرا سکتے ہیں، بغیر اذان کی جماعت پر میرا امامت کرانا کیسا رہا؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

اگر محلے کی مسجد میں اذان ہوگئی ہو، تو بغیر اذان کے جماعت کرا سکتے ہیں، صرف اقامت کہہ لینا کافی ہے، یہی حکم منیٰ کے خیموں میں ہونے والی جماعتوں کا ہے کہ جب برابر والے خیمے میں اذان ہوگئی، تو دوسرے خیمے میں اذان ضروری نہیں، صرف اقامت کافی ہے۔(۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳/۳۱۷)

---

(۱) قال: (لایجوز لأهل المسجد أن یقتسموا المسجد وینصبوا وسطه حائطاً) لأن بقعة المسجد تحررت عن حقوق العبد فصار خالصاً لله تعالیٰ والقسمة من التصرفات فی الملک فلایشتغل بها فی المسجد کالزراعة وغیرها فإن فعلوا ذلک فلیصل کل فریق منهم بإمام ومؤذن علی حدة مالم ینتقضوا القسمة لأنهما فی حکم مسجدین متجاورین فینبغی أن یکون لکل واحدٍ منهما إمام ومؤذن علی حدة. والله أعلم. (المبسوط للسرخسی، باب أذان السکران والمجنون: ۱/۱۴۰، انیس)

(۲) قوله (للفرائض الخمس) ... لکن لایکره ترکه لمصلّی فی بیته فی المصر لأن أذان الحی یکفیه ...الخ. (رد المحتار: ۱/۳۸۴) باب الأذان)

ولم أر حکم البلدة الواحدة إذا اتسعت أطرافها کالمصر و الظاهر أن أهل کل محلة سمعوا الأذان ولو من محلة أخریٰ یسقط عنهم لا إن لم یسمعوا. (النهر الفائق شرح کنز الدقائق، باب الأذان: ۱/۱۷۱. کذا فی منحة الخالق علی هامش البحر الرائق، الجمع بین الصلاتین فی وقت بعذر: ۱/۲۶۹. انیس)

## اذان کے الفاظ نامکمل سنائی دیں:

سوال: بعض مرتبہ اذان کے الفاظ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ مکانوں کے اندر نامکمل سنائی دیتے ہیں، یعنی مؤذن صاحب کامل اذان دیتے ہیں، مگر لاؤڈ اسپیکر کے کچھ فنی نقص کے باعث اذان کے کچھ حروف نشر نہیں ہوتے، سننے والوں کو اذان ادھوری اور بے ربط سنائی دیتی ہے، جب آواز ہی نہ آئے یا ادھورے الفاظ سنائی دیں، تو ایسی صورت میں شرعی حکم کیا ہے؟ نئے آلہ کی خریداری عدم گنجائش کی مرہونِ منت ہے۔ (محمد ادریس معتمد مسجد گاڈر)

الجواب

اگر اذان کے الفاظ نامکمل سنائی دیں، جب بھی چوں کہ سننے والوں کو اس بات کی اطلاع ہو جاتی ہے کہ اذان دی جارہی ہے۔ اس لئے اذان کا جواب دینا چاہئے۔ (۱) اذان کا جواب دینے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اذان کے کلمات صحیح صحیح اور مکمل طور پر سننے میں آئیں۔ البتہ چونکہ اذان کا مقصد نماز کے بارے میں اطلاع وخبر دینا ہے اور لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ یہ مقصد بہتر طور پر پورا ہوتا ہے۔ اس لئے مسجد کے منتظمین کو چاہئے کہ وہ ترجیحی بنیاد پر لاؤڈ اسپیکر ٹھیک کرائیں اور مسجد میں نماز پڑھنے والوں اور دوسرے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اس کارِ خیر میں انتظامیہ کی مدد کریں، انشاء اللہ اس میں بڑے اجر وثواب کی توقع ہے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۲/۱۳۴-۱۳۵)

---

(۱) عن أبی سعید الخدری أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: إذاسمعتم النداء فقولوا مثل مایقول المؤذن. (موطاالإمام مالک بروایة محمدبن الحسن الشیبانی، باب الأذان والتثویب (ح: ۹۱)

عن عبداللّٰہ بن علقمة بن وقاص قال: إنی لعند معاویة إذا أذن مؤذنه فقال معاویة: کما قال مؤذنه حتی إذاقال: حی علی الصلاة، قال: لاحول ولاقوة إلا باللّٰہ ولماقال: حی علی الفلاح، قال: لاحول ولاقوة إلا باللّٰہ (ولاحول ولا قوة إلا باللّٰہ، قیل معناه لاحول عن المعصیة ولاقوة علی الطاعة إلا بتوفیق اللّٰہ وقیل الحول الحرکة تقول حال الشخص إذا تحرک فالمعنی لاحرکة ولااستطاعة إلا بمشیة اللّٰہ وقیل الحول والحیلة والاحتیال والتحیل الحذق وجودة النظر والقدرة علی دقة التصرف أی لا إجادة للعمل ولا قدرة للانسان علیه إلا بمعونة اللّٰہ وقدفهم من هذا أن السنة أن یتابع السامع المؤذن فیمایقول إلافی الحیعلتین فله أن یتابعه بدل ماقال المؤذن لاحول ولاقوة إلا باللّٰہ وهکذا مذهب الحنفیة) ثم قال بعد ذلک ما قال المؤذن، ثم قال: سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول ذلک. (مسند الشافعی بترتیب السندی، الباب الثانی فی الأذان (ح: ۱۸۲)

قال العینی بعد ذکر حدیث إذاسمعتم النداء فقولوا مثل مایقول المؤذن، الخ:

... ثم الذی یستفاد من عموم هذاالحدیث أن یقول من یسمع الأذان مثل مایقول المؤذن حتی یفرغ من أذانه کله وهومذهب الشافعی وعندأصحابنا یقول مثل مایقول المؤذن فی التکبیروالشهادتین ویقول فی الحیعلتین: لاحول ولاقوة إلاباللّٰہ، لحدیث عمرلمایجی الآن وقالوا: إن حدیث أبی سعیدالخدری مخصوص بحدیث عمر رضی اللّٰہ عنه. (شرح سنن أبی داؤد للعینی، باب مایقول إذا سمع المؤذن: ۴۷۸/۲) انیس)

## اذان کے لئے اسپیکر کا استعمال مباح ہے:

سوال: اذان کی آواز دور تک پہنچانے کے لئے منارے پر آلہ مکبر الصوت یعنی لاؤڈ اسپیکر کا استعمال عند الشرع جائز ہے یا نہیں۔

(المستفتی نمبر ۱۴۴۶، امام عبدالصمد (جنوبی افریقہ) ۹ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ م ۲۰ مئی ۱۹۳۷ء)

الجواب

اذان کی آواز دور تک پہنچانے کے لئے منارے پر لاؤڈ اسپیکر لگانا مباح ہے۔(۱) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایت المفتی: ۵۲/۳)

## لاؤڈ اسپیکر سے اذان:

سوال: لاؤڈ اسپیکر سے نماز پڑھانے اور اذان دینے میں چند قباحتیں ہیں، نماز واذان کے درمیان اکثر وبیشتر خراب ہونا، مختلف اذانوں کی آوازوں میں باہم خلط ملط ہونا، غیر مسلموں سے تصادم ہونا، وغیرہ تو کیا اس کا استعمال شرعاً جائز ہے؟

هو المصوب

اذان دینا ایک مسنون طریقہ ہے، (۲) لوگوں کو نماز کے لئے پکارا جاتا ہے اور خیر کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے، دور دور سے اذان کی آواز سن کر لوگ مسجد میں جمع ہوتے ہیں اور نماز وعبادت میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اس شور و ہنگامہ میں بسا

(۱) وينبغي للمؤذن في موضع يكون أسمع للجيران ويرفع صوته.(البحر الرائق، باب الأذان: ۲۶۸/۱، ط بيروت، لبنان)

"منها: أن يجهر بالأذان فيرفع صوته لأن المقصود هو الإعلام يحصل به ... ولهذا كان الأفضل أن يؤذن في موضع أسمع للجيران كالمئذنة ونحوها". (بدائع الصنائع، فصل في بيان سنن الأذان: ۱۴۹/۱. انيس)

واضح رہے کہ موجودہ زمانہ میں زیادہ بہتر ہے، کیوں کہ دور تک اونچی آواز پہونچانے کے لیے لاؤڈ اسپیکر کے علاوہ دوسری کوئی شکل نہیں ہے، ہوسکتا ہے دور تک آواز پہونچانے کی کوشش میں نقصان ہو جائے نفس کو نقصان پہونچانے سے منع کیا گیا ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کو اس سے منع فرمایا ہے۔ روایتوں میں آتا ہے:

يا أبا محذورة ما أندى صوتك؟ أما تخشى أن تنشق مريطاؤك من شدة صوتك؟ ثم قال: يا أبا محذورة إنك بأرض شديدة الحر فأبرد عن الصلاة ثم أبرد عنها ثم أذن ثم أقم تجدني عندك. (كنز العمال، الإبراد والتعجيل والتأخير (ح: ۲۲۶۳۷)/ مسند الفاروق لابن كثير، كتاب الصلاة: ۱۴۳/۱. انيس)

(۲) ... والفرق أن الأذان من سنن الصلاة والمقصود منه الإعلام، الخ. (غمز عيون البصائر شرح الأشباه والنظائر لابن نجيم، ماافترق فيه الأذان والإقامة: ۸۵/۴. انيس)

اوقات اذان کی آواز لوگوں تک نہیں پہونچتی ہے، تو اس مقصد کے لئے مسلمانوں نے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال شروع کیا جو مستحسن طریقہ ہے، اس میں کسی کو اذیت پہونچانا یا کسی کو انتشار میں مبتلا کرنا مقصود نہیں ہے، نہ فی الواقع کوئی اذیت وانتشار ہے۔ اب ادھر غیر مسلموں نے مسلمانوں اور اسلام کی ہر نشانی کو مٹانے کا پروگرام بنا لیا ہے تو ہر چیز پر ان کو اعتراض ہونے لگا ہے اور بہانہ بنا کر فساد پر آمادہ ہو رہے ہیں، مسلمانوں کو ذلیل کرنا اور ان کی ہر علامت کو مٹانا ان کا پروگرام بنتا جارہا ہے۔ ان حالات میں ہم کو اپنی استطاعت تک کسی چیز سے دست بردار نہیں ہونا چاہئے۔(۱)

تحریر: محمد ظہور ندوی عفا اللہ عنہ۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۱/۳۷۷)

## لاؤڈ اسپیکر پر اذان کے جواز کی دلیل:

سوال: چہ می فرمایند علماء دین دریں مسئلہ کہ اذان در لاؤڈ اسپیکر درست است یانہ؟ اگر درست است بہ کدام دلائل متقدمین یا متاخرین دریں مسئلہ بحث قوی است یانہ، واگر درست نیست بچہ وجہ معتبر فی زماننا است؟ بینوا توجروا۔(۲)

(المستفتی: غلام محمد خطیب جامع مسجد چمڈ یری ضلع مردوان......۹/۵/۱۹۶۹ء)

الجواب

چونکہ در اذان رفع صوت مطلوب ومحمود است، (۳) لہٰذا در آلۂ مکبر الصوت اذان کردن مشروع بود۔ (۴)

**والدليل على حسن رفع الصوت ما ورد أنه عليه السلام قال: قم مع بلال فألق عليه ما رأيت فليؤذن فإنه أندىٰ وأمدُّ صوتاً منك. رواه الترمذي، وروى ابن ماجة أنه عليه السلام أمر بلالاً أن يجعل أصبعيه في أذنيه، و قال: إنه أرفع لصوتك. (۵)**

(۱) "فإذا كنت في غنمك أو باديتك فأذنت بالصلاة فارفع صوتك بالنداء". (صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب رفع الصوت بالنداء، رقم الحديث: ۶۰۹)

ذكر ما يستفاد منه فيه: استحباب رفع الصوت بالأذان ليكثر من يشهد له ولو أذن على مكان مرتفع ليكون أبعد لذهاب الصوت وكان بلال يؤذن على بيت امرأة من بني النجار، بيتها أطول بيت حول المسجد. (عمدة القاري: ۵/۱۶۱)

(۲) ترجمہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ اذان دینا درست ہے یا نہیں؟ اگر درست ہے تو اس کے دلائل کیا ہیں؟ متقدمین ومتاخرین فقہا کے مابین اختلاف ہے یا نہیں؟ اگر درست نہیں ہے تو اس زمانہ میں ان کے معتبر ہونے کی وجوہات کیا ہیں؟ (انیس)

(۳) قال العلامة ابن عابدين: وفي السراج: وينبغي للمؤذن في موضع يكون أسمع للجيران ويرفع صوته ولا يجهد نفسه؛ لأنه يتضرر. (رد المحتار على هامش الدر المختار، قبيل مطلب في المواضع التي يندب لها الأذان: ۱/۲۸۳)

(۴) ترجمہ: چونکہ اذان میں بلند آواز مطلوب وپسندیدہ ہے، لہٰذا لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ اذان دینا جائز ہے۔ (انیس)

(۵) سنن الترمذي، باب ما جاء في بدء الأذان (ح: ۱۸۹) / سنن ابن ماجة، باب السنة في الأذان (ح: ۷۱۰) انيس

**وقال العلامة الشامی: ناقلاً عن النهاية: وإذا أذن المؤذنون الأذان الأول ترک الناس البيع، ذکر المؤذنين بلفظ الجمع إخراجاً للكلام مخرج العادة فإن المتوارث فيه اجتماعهم لتبلغ أصواتهم إلى أطراف المصر الجامع، اه.** (رد المحتار: ۶۲/۱)(۱)

پس چونکہ نفس الامر میں اذان کے کلمات پڑھ چکے ہیں تو سنت بہرحال ادا ہوئی ہے اور اس کے علاوہ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ رفع صوت کا مقصد نور علی نور کے طریق سے حاصل ہو رہا ہے۔ لہٰذا اس کے جواز میں کوئی شک نہیں ہے۔ فقط

(فتاویٰ فریدیہ: ۱۹۰/۲)

## لاؤڈ اسپیکر پر اذان کی تحقیق:

سوال (۱) کیا مسجد میں لاؤڈ اسپیکر کے ساتھ اذان کا ہونا دوسرے مساجد کے لئے بھی کافی ہے؟ جب کہ مقصد اذان، اعلام عام پورا ہو جاتا ہے۔ بالخصوص وہ مساجد جو قریب قریب دوسرے محلّہ میں واقع ہوں درمیان میں صرف بازار ہو اور چند مکانوں کا فاصلہ ہو۔

(۲) لاؤڈ اسپیکر پر اذان کہنا ضروری ہے، مستحب ہے، مستحسن ہے، کیا ہے؟

(۳) عین وقت اذان پر بجلی نہ تھی، تو اذان بدوں اس کے کہہ دی گئی۔ پھر دس منٹ کے بعد بجلی اسپیکر کی آ گئی، تو دوبارہ اسپیکر پر کہنے کی تاکید کی جائے، تو کس اذان کا اعتبار ہوگا، جس کا نہیں ہوتا، اس میں شرعاً کیا سقم ہے۔ عمداً تکرار اذان کیا حکم رکھتا ہے اور جب کہ امام ہی اس بات مصر ہو اور مفتی ہو۔

(۴) نمازوں میں کثرت مقتدیوں کے باعث اسپیکر کو اس طرح نصب کیا جاتا ہے کہ میکروفون بالکل امام کے منہ کے محاذی ہوتا ہے، جس سے تمام مقتدی امام کی قراءت اور تکبیرات انتقالی بخوبی سن سکتے ہیں، مزید مکبروں کی ضرورت نہیں۔ یہ شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟

(۵) مشکوۃ شریف، ج: ۱، ص: ۹۵، پر ہے کہ ایک نابینا صحابی جبکہ انہوں نے نماز میں حاضر نہ ہو سکنے کی وجہ بیان کر کے رخصت طلب کی تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

**"هل تسمع النداء بالصلوٰة؟ قال نعم، قال فأجب".** (الحديث)(۲)

---

(۱) رد المحتار علی هامش الدر المختار، باب الأذان، مطلب فی أذان الجوق: ۲۸۷/۱۔

(۲) مسند اسحاق بن راهويه، مايروى عن رجال أهل الجزيرة وأهل الشام (ح: ۳۱۳)/الصحيح لمسلم، باب يجب إتيان المسجد على من سمع (ح: ۶۵۳)/سنن النسائي، المحافظة على الصلوات حيث ينادى بهن (ح: ۸۵۰)/مستخرج أبي عوانة، بيان إيجاب إتيان الجماعة (ح: ۱۲۶۱)/حديث السراج، الجزء الخامس من حديث أبي العباس (ح: ۹۹۸) انيس

ایک واقعی معذور شرعی جو اپنے محلّہ کی مسجد کی اذان نہ سننے پر گھر پر رخصت پر عمل کر لیتا ہے اور نماز پڑھ سکتا ہے۔ لیکن لاؤڈ اسپیکر کی زوردار آواز لازمی اس کے کانوں میں پڑ جاتی ہے، تو کیا وہ پھر بھی (اس محلّہ کا ہو یا دوسرے کا) اس رخصت پر عمل کر سکتا ہے یا مسجد میں حاضری واجب ہے۔ اور پھر حاضری اپنے محلّہ والی مسجد میں یا جہاں سے آواز سنی ہے۔ اور عدم حاضری سے گنہگار رہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

**”وإذا قسم أهل المحلة المسجد أوضربوا فيه حائطاً ولكل منهم إمام علىٰ حدة ومؤذنهم واحد لابأس به والأولىٰ أن يكون لكل طائفة إمام ومؤذن“،الخ.** (البحر الرائق: ۳۸/۲)

عبارت بالا کے الفاظ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہر مسجد کے لئے الگ مؤذن ہونا چاہئے، اگر چہ ایک کی اذان ہی کافی ہو جاتی ہے۔ پس صورت مسئولہ میں اگر چہ آلۂ مکبر الصوت کی آواز دور دور تک پہنچ جاتی ہے۔ لیکن ہر مسجد میں اذان الگ ہونی چاہئے۔ تعامل بھی اسی پر ہے۔ ہر مسجد میں نماز کے اوقات کا متحد ہونا بھی ضروری نہیں۔ پس متعدد مساجد کے لئے اذان واحد کافی نہیں ہوسکتی۔

(۲) زیادہ سے زیادہ مستحسن ہے۔(۱)

(۳) تکرار اذان مذکورہ درست نہیں، پس پہلی اذان جو کہ بجلی نہ ہونے کی حالت میں کہی گئی تھی، کافی ہے، دوبارہ اذان نہ دی جائے۔(۲)

(۴) جائز ہے، خلاف احتیاط ہے، مکبروں کے ذریعہ تکبیرات معلوم کرانے کا انتظام ہونا چاہئے۔ آلۂ مکبر الصوت کا استعمال نماز میں شرعاً پسندیدہ نہیں، بلکہ قریب بہ کراہت ہے۔ تکبیرات انتقال کی اطلاع کرنے کا انتظام مکبروں کے ذریعہ ہونا چاہئے۔(۳)

(۵) **”فأجب“: أی فأت الجماعة،قال الطيبی: فيه دليل علىٰ وجوب الجماعة وقيل: حثّ ومبالغة فی الأفضل الأليق بحاله ،الخ.** (كذا فی المرقات، كذا فی الحواشی)(۴)

(۱) ولهذا كان الأفضل أن يؤذن فی موضع يكون أسمع للجيران كالمئذنة ونحوها“. (بدائع الصنائع،فصل فی بيان سنن الأذان: ۱۴۹/۱ .انیس)

(۲) الحديث يدل وجوب الجماعة وقد اختلف العلماء فيه وظاهر نصوص الشافعی رضی الله عنه تدل علی أنها من فروض الكفايات،وعليه أكثر الصحابة ... وذهب الباقون منهم إلى أنها سنة وليست بفرض، وهومذهب أبی حنيفة ومالک رضی الله عنهما. (شرح المشكاة للطيبی،باب الجماعة وفضلها: ۱۱۲۸/۴ .انیس)

(۳) یہ حکم اس وقت کا تھا جب کہ مائک امام کے سامنے رکھا جاتا تھا، موجودہ دور میں وائر والے مائک کا استعمال ہوتا ہے۔ انیس

(۴) مرقاة المفاتيح،باب الجماعة وفضلها: ۸۳۴/۳/شرح المشكاة للطيبی،باب الجماعة وفضلها: ۱۱۲۸/۴/ معرفة السنن والآثار،العذرفی ترک الجماعة بالبردوالريح (۵۶۴۳)انیس

حدیث مذکور بروایت ابوداؤد وغیرہ کے الفاظ یہ ہیں۔

**"قال: تسمع النداء؟ قال نعم، قال: لا أجد لک رخصة".** (۱)

تو اس آخری الفاظ کی تشریح کرتے ہوئے شیخ ابراہیم حلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

**"ومعناه لا أجد لک رخصة تحصل لک فضيلة الجماعة من غير حضورها لا الإيجاب على الأعمىٰ فإنه عليه الصلوٰة والسلام رخص لعتبان بن مالک. رضي اللّٰه عنه. علىٰ ما في الصحيحين ،الخ. (الكبيرى شرح منية المصلى: ٤٧٢)** (۲)

شراح حدیث کی تشریح بالا سے معلوم ہوا کہ "فاَجب" کا امر ایجاب کے لئے نہیں تھا، بلکہ فضیلت کا تھا، اعمی پر اذان سننے کے باوجود بھی مسجد میں آنا واجب نہیں ہے۔ اعمی کے لئے مطلقاً رخصت ثابت ہے۔ **کما في الصحيحين.** (۲)

اور بلاشبہ فضیلت حاضری میں ہی ہے، جب کہ بلا تکلیف ہو سکے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، نائب مفتی۔ ۲۳/۵/۱۳۸۱ھ۔

الجواب صحیح، محمد عبداللہ غفرلہ مفتی جامعہ ہذا۔ (خیر الفتاویٰ: ۲/۲۰۳-۲۰۵)

## لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ مسجد کے اندر سے اذان دینا مکروہ نہیں:

سوال: زید اور عمرو کا اذان کے مسئلہ پر اختلاف پیدا ہوا ہے کہ مسجد کے اندر سے اذان دینا درست نہیں، جب کہ لاؤڈ اسپیکر عموماً مسجد کے اندر ہوتی ہے اور اذان اندر سے دی جاتی ہے تو اس مسئلہ میں کیا تطبیق کی جاوے گی؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: قاضی محمد زماں کوہاٹ......۲۲/دسمبر/۱۹۸۳ء)

(۱) مصنف عبدالرزاق الصنعاني،باب من سمع النداء (ح: ١٣١٩)/مسند الإمام أحمد،حديث عمرو بن أم مكتوم (ح: ١٥٤٩٠)/سنن أبي داؤد،باب في التشديد في ترک الجماعة (ح: ٥٥٢)/المستدرک للحاكم،أما حديث عبد الرحمن بن مهدي (ح:٩٠٣)انيس

(۲) ومعناه :لا أجدلک رخصة تُحصّل لک فضيلة الجماعة من غير حضورها،لاالإيجاب على الأعمىٰ.(مرقاة المفاتيح،باب الجماعة وفضلها: ٨٣٤/٣)وكذا في فتح القدير،باب الإمامة: ٣٤٥/١)

أي لاأجد لک رخصة تلحق فضيلة من حضرها.(السنن الكبرىٰ للبيهقي،باب ماجاء في التشديد في ترک الجماعة من غير عذر (ح: ٤٩٥٠)انيس)

(۳) عن محمود بن الربيع الأنصاري،أن عتبان بن مالک كان يؤم قومه وهو أعمىٰ وأنه قال لرسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم:إنهاتكون الظلمة والمطر والسيل وأنا رجل ضرير البصر فصل لي يارسول اللّٰه من بيتي مكاناً أتخذه مصلى قال:فجاء ه رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فقال:أين تحب أن أصلي؟فأشار له إلى مكان من البيت فصلى فيه رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم.(موطاالإمام مالک برواية أبي مصعب الزهري،جامع الصلاة (ح: ٥٧٢)/الصحيح للبخاري، باب الرخصة في المطر والعلة أن يصلي في بيته (ح: ٦٦٧)الصحيح لمسلم،باب الرخصة في التخلف عن الجماعة بعذر (ح:٣٣)/سنن ابن ماجة،باب المساجد في الدور (ح:٧٥٤)الآحاد والمثاني لابن أبي عاصم (ح: ١٩٣١)انيس)

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

لاؤڈ اسپیکر پر اذان دینا جائز ہے اور اذان کا مسجد سے باہر دینا اولیٰ ہے۔(۱) اور ترک اولیٰ سے کراہیت لازم نہیں ہوتی (۲) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۱۸۱/۲-۱۸۲)

## مائک اذان کے لیے خارج مسجد رکھنے کا حکم:

سوال: گذارش ہے کہ جامع مسجد کرت پور میں لاؤڈ اسپیکر لگا ہوا ہے، لیکن مائک جامع مسجد کے اندر شہ نشیں کے پاس رکھ دیا ہے اور لاؤڈ اسپیکر دو میناروں کے درمیان رکھ دیا ہے، جس میں اذان کی آواز نکلتی ہے، بہت سے آدمی کہتے ہیں کہ مائک اندر مسجد کے رکھ کر اذان نہیں دینی چاہیے، مائک باہر رکھ کر اذان دو۔

اس مسئلہ میں علماء دین کا کیا خیال ہے؟ تاکہ اس پر عمل کیا جاوے، حالاں کہ عیدین کے موقع پر بھی خطبہ اور اذان وہیں پر ہوتی ہے۔ عندالشرع کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ و باللہ التوفیق

اذان مسجد کے باہر ہونی چاہیے اور جہاں مائک ہوتا ہے، اسی جگہ سے دیجاتی ہے۔ اس لیے مائک کو بھی مسجد کے باہر ہونا چاہیے اور عیدین کی نماز میں اذان تو ہوتی نہیں، (۳) صرف خطبہ ہوتا ہے اور خطبہ منبر پر ہوتا ہے۔ اس لیے خطبہ میں مائک منبر کے پاس رکھا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: العبد نظام الدین الاعظمی عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند۔ ۲۳/۵/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: محمود عفی عنہ، ۲۳/۵/۱۳۸۸ھ۔ (نظام الفتاویٰ، جلد پنجم، جزء اول: ۹۵)

---

(۱) قال العلامة ابن عابدين: (قوله: في مكان عال) في القنية: ويسن الأذان في موضع عال والإقامة على الأرض... وينبغي للمؤذن أن يؤذن في موضع يكون أسمع للجيران ويرفع صوته ولا يجهد نفسه ؛ لأنه يتضرر. (إلى أن قال) وقال ابن سعد بالسند إلى أم زيد بن ثابت: كان بيتي أطول بيت حول المسجد فكان بلال يؤذن فوقه من أول ما أذن إلى أن بنى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم مسجده فكان يؤذن بعد على ظهر المسجد وقد رفع له شئ فوق ظهره. (ردالمحتار هامش الدر المختار، باب الأذان: ۲۸۳/۱-۲۸۵)

(۲) قال الشيخ محمد أمين ابن عابدين: وأما المستحب أو المندوب فينبغي أن لايكره تركه أصلاً لقولهم: يستحب يوم الأضحى أن لايأكل أولا إلا من أضحيته ولو أكل من غيرها لم يكره فلم يلزم من ترك المستحب ثبوت الكراهة... في البحر في صلاة العيد عند مسئلة الأكل: بأنه لايلزم من ترك المستحب ثبوت الكراهة إذ لابد لها من دليل خاص. (ردالمحتار هامش الدر المختار، مطلب في بيان السنة والمستحب والمندوب والمكروه: ۴۸۳/۱)

(۳) (الأذان سنة للصلوات الخمس والجمعة دون ماسواهما للنقل المتواتر) أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أذن للصلوات الخمس والجمعة دون ماسواهما من الوتر والعيدين والكسوف والخسوف والاستسقاء وصلاة الجنازة والسنن والنوافل. (العناية شرح الهداية، باب الأذان: ۲۴۰/۱. انيس)

عن جابر بن سمرة قال: صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم العيدين غير مرة ولا مرتين بغير أذان ولا إقامة. (مسند الإمام أحمد، حديث جابر بن سمرة (ح: ۲۰۸۴۷)/ الصحيح لمسلم، كتاب صلاة العيدين (ح: ۸۸۷) انيس

## مسجد کی زمین پر بذریعہ لاؤڈ اسپیکر اذان دینا بدعت نہیں:

سوال: محترم المقام حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب، مفتی اعظم دار العلوم حقانیہ!

السلام علیکم ورحمہ اللہ وبرکاتہ کے بعد مسئلہ ذیل کی وضاحت فرما کر مشکور وممنون فرماویں کہ!

ہمارے ہاں ایک مولانا نے مسجد کی زمین پر بذریعہ لاؤڈ اسپیکر اذان دینا بدعت سیۂ اور مکروہ تحریمی قرار دیا ہے کیا ان کا یہ مسئلہ صحیح ہے، مع حوالہ جات کتب کے لکھ کر ہمیں مطمئن کریں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: مولانا سید شاہ جہان صادق گونڈ اشبقدر فورٹ چارسدہ)

الجواب

افضل یہ ہے کہ اذان مسجد سے خارج مقام پر دی جائے۔(۱)

كما فى الهندية: ٥٧/١ :وينبغى أن يؤذن على المأذنة أوخارج المسجد ولايؤذن فى المسجد، كذا فى فتاوىٰ قاضى خان.(۲)

باقی رہا لاؤڈ اسپیکر میں اذان، تو نہ ممنوع ہے اور نہ مطلوب ہے۔(۳)وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ:۱۹۱/۲-۱۹۲)

---

(۱)　تاکہ دور تک آواز جاسکے۔ جیسا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اذان اول کا اضافہ کیا اور اس کو اونچی جگہ جسے زوراء کہا جاتا تھا، وہاں سے دلوایا۔

عن السائب بن يزيدقال: كان النداء يوم الجمعة أوله إذاجلس الإمام على المنبرعلى عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبى بكروعمررضى الله عنهمافلماكان عثمان رضى الله عنه وكثرالناس زادالنداء الثالث على الزوراء.قال ابوعبدالله:موضع بالسوق بالمدينة.(الصحيح للبخارى،باب الأذان يوم الجمعة (ح:٩١٢)

والمراد بالنداء الثالث هوالنداء قبل خروج الإمام ليحضرالقوم ويسعوا إلى ذكرالله وإنمازادعثمان رضى الله عنه هذاالنداء الثالث لكثرة الناس.(شرح المشكاة للطيبى،باب الخطبة والصلاة: ١٢٨١/٤.انيس)

قوله بالأذان الثالث:إنماسمى ثالثاًباعتبار كونه مزيداًلأن الأول هوالأذان عندجلوس الإمام على المنبروالثانى هوإقامة الصلاة والثالث عنددخول الوقت.(شرح سنن أبى داؤدللعينى،باب النداء فى يوم الجمعة: ٤٢٥/٤.انيس)

(۲)　الفتاوىٰ الهندية،الفصل الثانى فى كلمات الأذان والإقامة وكيفيتهما: ٥٥/١۔

(۳)　قال العلامة ابن عابدين الشامى:إن الأصل الإباحة،أقول:هذا الجواب نافع فيما سكت عنه الشارع وبقى على الإباحة الأصلية أما ما نص علىٰ إباحته أوفعله عليه السلام فلا ينفع.وقد نص فى التحرير:علىٰ أن المباح يطلق علىٰ متعلق الإباحة الأصلية كما يطلق علىٰ متعلق الإباحة الشرعية فالأحسن فى الجواب أن يقال المراد بقوله فى التعريف ما ثبت ثبوت طلبه لا ثبوت شرعيته والمباح غيرمطلوب الفعل وإنما هو مخيرفيه.(رد المحتارهامش الدرالمختار،مطلب المختارأن الأصل فى الأشياء الإباحة: ٧٨/١)

## مائک سے اذان دینا:

سوال(۱) کیا مائک سے اذان پڑھنا بدعت ہے، نیز اس سے اذان کا فریضہ ادانہیں ہوگا، تشفی بخش جواب سے نوازیں؟

## جدید آلات کا استعمال:

(۲) بعض مولوی حضرات کا (جو زمانہ آدم سے تعلق رکھنے والے ہیں) فتویٰ ہے کہ تمام جدید آلات کا استعمال، مثلاً گھڑی ٹیلیفون وغیرہ بدعت ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

(۱) اہل سائنس کی تحقیق کے مطابق لاؤڈ سپیکر کی آواز متکلم ہی کی آواز ہوتی ہے، البتہ اس میں آواز بلند ہوجاتی ہے اور اذان میں رفع صوت مطلوب بھی ہے۔

**کما فی البحر: "یرفع للترغیب الوارد فی الحدیث فی رفع صوت المؤذن لایسمع مدی صوت المؤذن إنس ولاجن ولا مدر إلا شهد له یوم القیامة".** (البحر: ۳۶۶/۱)(۱)

اس لئے اس میں اذان بلا کراہیت جائز ہے۔

(۲) ہر جدید آلہ کا استعمال ناجائز اور بدعت نہیں ہے، بلکہ اس میں تفصیل ہے، وہ یہ کہ جو آلات لہو ولعب کے لئے موضوع ہیں؛ ان کا استعمال ناجائز ہے اور جو نہ لہو ولعب کے لئے موضوع ہوں اور نہ ہی ان کا استعمال لہو ولعب میں متعارف ہوگیا ہو، ان کا استعمال جائز ہے، مزید تفصیل (امدادالفتاویٰ: ۸۴۰/۱) پر ملاحظہ ہو۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند، سہارنپور۔ ۲۱/۱/۱۴۱۱ھ۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۲۲۰/۱)

## مائک پر اذان وغیرہ کا حکم:

سوال: مائک پر اذان کہنا درست ہے یا نہیں؟ دائیں اور بائیں کرنا چاہئے یا نہیں؟ اذان کہنے کے بعد مؤذن مائک ہی میں بلند آواز سے پہلے درود ابراہیمی جو نماز میں پڑھا جاتا ہے وہ پڑھ کر اذان دے، پھر اس کے بعد کلمۂ طیبہ پڑھے، تو کیا یہ طریقہ درست ہے؟

---

(۱) عن عبدالرحمن بن عبدالله بن عبدالرحمن بن أبی صعصعة المازنی عن أبیه أنه أخبره أن أباسعیدالخدری قال له: إنی أراک تحب الغنم والبادیة فإذاکنت فی غنمک أوفی بادیتک فأذنت بالصلاة فارفع صوتک بالنداء فإنه لایسمع مدی صوت المؤذن إنس ولاجن إلاشهدله یوم القیامة قال أبوسعیدالخدری: سمعته من رسول الله صلی الله علیه وسلم. (موطاالإمام مالک بروایة أبی مصعب الزهری، باب ماجاء فی النداء (ح: ۱۸۳)/مسندالشافعی، الباب الثانی فی الأذان (ح: ۱۷۶) انیس)

هــو المصــوب

مائیک پر اذان دے سکتے ہیں،(۱) مائیک کی اذان بعینہ اذان دینے والی کی آواز ہے اور حصول مقصود کیلئے زیادہ مفید ہے۔ حتی الامکان مائک میں بھی ''حی علی الصلوٰۃ'' اور ''حی علی الفلاح'' کہتے وقت چہرہ کو دائیں اور بائیں گھمالے۔(۲)

اور جہاں تک اذان کے بعد درود اور اذان کی دعا اور کلمہ پڑھنے کی بات ہے تو صرف اذان کی دعا پڑھنے کا ثبوت ہے،(۳) بقیہ چیزیں بالالتزام پڑھنا درست نہ ہوگا اور اذان کی دعا بھی مائک پر پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

تحریر: محمد طارق ندوی۔ تصویب: ناصر علی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۱/۳۷۸)

---

(۱) وينبغي للمؤذن أن يوذن في موضع يكون أسمع للجيران ويرفع صوته.(البحر الرائق: ١/٤٤٤)

(۲) إلا... أنه إذا انتهىٰ إلى الصلاة والفلاح حول وجهه يمينا وشمالا كذا فعل النازل من السماء ولأن هذا خطاب للقوم فيقبل بوجهه إليهم إعلاما لهم كالسلام فى الصلاة وقدماه مكانتهما ليبقى مستقبل القبلة بالقدر الممكن.بدائع الصنائع: ١/ ٣٧٠)

عن عبدالله بن زيدالأنصارى قال:هم رسول الله صلى الله عليه وسلم أمر الصلاة حتى نعس أو كاد، قال:فانصرفت إلى أهلى فأتيت بالعشاء فقلت:لاحاجة لى فيه،رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم قدهمه أمر الصلاة قال: فرأيت فى المنام رجلاعليه ثوبان أخضران قائماًعلى حائط المسجد مستقبل القبلة،فقال:الله أكبر،الله أكبر مرتين،أشهدأن لاإله إلاالله مرتين،أشهدأن محمدارسول الله مرتين،ثم التفت عن يمينه فقال:حتى على الصلاة مرتين،ثم التفت عن شماله فقال:حي على الفلاح مرتين،ثم استقبل القبلة فقال:الله أكبر،الله أكبر،لاإله إلاالله ثم قعدقعدة ثم قام فاستقبل القبلة فقال:الله أكبر،الله أكبر مرتين،أشهدأن لاإله إلاالله مرتين،أشهدأن محمدرسول الله مرتين،ثم التفت عن يمينه فقال:حى على الصلاة مرتين،ثم التفت عن شماله فقال:حى على الفلاح مرتين،ثم استقبل القبلة فقال:قدقامت الصلاة مرتين،الله أكبر،الله أكبرمرتين،لاإله إلاالله،قال:فغدوت إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:فقلت له:لولاأنهافى نفسى لقدرأيت أنى لم أكن نائما،ورأيت رجلا على المسجد عليه ثوبان أخضران مستقبلا القبلة فوصفت الأذان ،قال:فقال لى:علمهابلالاً،الخ.(المسند للشاشى،ماروى عبدالله بن زيدبن الحارث بن عبدربه:٣٨/٣.(بعدح:١٠٨١)انيس)

(۳) من قال حين يسمع الدعاء:اللّٰهم رب هذه الدعوة التامة ...حلت له شفاعتى يوم القيامة.(صحيح البخارى،كتاب الأذان،باب الدعاء عند النداء،ح:٦١٤)

إذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل مايقول ثم صلوا علىّ فإنه من صلى علىّ صلاة صلى الله بها عشرًا.ثم سلوا الله لى الوسيلة.(الصحيح لمسلم،كتاب الصلاة،باب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه ثم يصلى على النبى صلى الله عليه وسلم ثم يسأل له الوسيلة ،ح:٣٨٤)

## نماز جمعہ کے لئے مدرسہ کے اسپیکر سے اذان دینا:

سوال: ہمارے یہاں مدرسہ میں اسپیکر ہے، اس میں پنج وقتہ اذانیں دی جاتی ہیں اور اذانِ جمعہ بھی مدرسہ میں اسپیکر میں دی جاتی ہے اور مسجد میں بغیر اسپیکر کے اذان دی جاتی ہے، مدرسہ کے اسپیکر کی آواز سن کر لوگ اپنے کھیتوں سے نمازِ جمعہ صحیح وقت پر ادا کر لیتے ہیں، مدرسہ میں نمازِ جمعہ نہیں ہوتی، مدرسہ گاؤں کے کنارے پر ہے، مسجد اور مدرسہ کا فاصلہ تقریباً ایک فرلانگ ہے، براہ کرم فرمائیں کہ مدرسہ میں اذان جمعہ دینی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

جب مدرسہ میں جمعہ کی نماز ادا نہیں کی جاتی تو وہاں اذانِ جمعہ کی ضرورت نہیں، مسجد کے آس پاس ہی اسپیکر سے اذان دی جائے تو مناسب ہے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۴۰۱)

## اذان مائک سے ایک جگہ پر، جماعت دوسری جگہ پر:

سوال: مدرسہ میں لاؤڈ اسپیکر ہے اور جامع مسجد میں نہیں ہے، اعلان کے لئے جمعہ کی اذان پہلے مدرسہ میں لاؤڈ اسپیکر سے دے دی جاتی ہے اور پھر جامع مسجد میں بھی اذان بغیر اسپیکر کے ہوتی ہے، لیکن نمازِ جمعہ پابندی سے جامع مسجد میں ہوتی ہے، مدرسہ میں نمازِ جمعہ نہیں ہوتی، تو یہ بات درست ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدا و مصلیاً

جمعہ کی اذان اگر لاؤڈ اسپیکر سے مدرسہ میں دی جائے اور نماز جامع مسجد میں ہو اور جامع مسجد میں بھی جمعہ کی اذان بغیر لاؤڈ اسپیکر کے کسی منارہ وغیرہ پر ہو تو بھی درست ہے۔(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۴۰۱-۴۰۲)

---

(۱) قال ابن سعد بالسند إلٰی أم زید : کان بیتی أطول بیت حول المسجد ، فکان بلال یؤذن فوقه من أول ما أذن إلٰی أن بنی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم مسجده،فکان یؤذن بعد علی ظهر المسجد،و قد رُفع له شئ فوق ظهره.(ردالمحتار،کتاب الصلاۃ،باب الأذان: ۱/۳۸۷، سعید)

الطبقات الکبریٰ لابن سعد،أم عبید بنت سراقة: ۸/۳۰۹،دارالکتب العلمیة بیروت.انیس

(۲) ویعاد أذان جنب ندباً،وقیل:وجوباً؛لا إقامته لمشروعیة تکراره فی الجمعة دون تکرارها.(الدر المختار،کتاب الصلاۃ،باب الإمامة: ۱/۳۹۳، سعید)

## اذان گاہ پر گھنٹہ بجانا:

سوال: شہر پیران پٹن گجرات میں مسجدوں کی اذان گاہ پر ایک پیتل کی تختی جسے گھنٹہ کہتے ہیں صلوٰۃ خمسہ کی اذان مسنون کے بعد بجایا جاتا ہے۔شرعا یہ جائز ہے یا نہیں؟

(المستفتی نمبر:۵۵۱،محمد سعید،بمبئی۔۲۵/ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ،م ۲۷/جولائی ۱۹۳۵ء)

الجواب

شریعت مقدسہ نے صلوات خمسہ کی اطلاع کے لئے اذان مقرر فرمائی ہے اور وہ شعائر اسلامیہ میں سے ہے،اذان کے بعد کوئی اور چیز اطلاع اور اعلام کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام اور ائمہ عظامؒ نے تعلیم نہیں کی، اذان کے بعد مساجد میں گھنٹہ بجانے کا طریقہ مقرر کرنے سے اذان کی بے وقعتی اور کفار کی مشابہت ہوتی ہے،اس لئے یہ بدعت ہے اور اس کو ترک کرنا لازم ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔(کفایت المفتی:۴۹/۳)

## اذان سے پہلے یا بعد میں گھنٹہ بجانا:

سوال: مسجد میں قبل اذان یا بعد اذان کانسی کی گھنٹی ہاتھ سے بجانا جائز ہے یا نہیں؟

(المستفتی نمبر ۲۸۳،سید محمد شاہ،ضلع احمد آباد ۲۹/محرم ۱۳۵۳ھ م ۱۴/مئی ۱۹۳۴ء)

الجواب

اگر مسجد بڑی ہو جس کے مختلف گوشوں میں متعدد مؤذن اذان کہتے ہوں جیسے دہلی کی جامع مسجد اور ان مؤذنوں کو وقت اذان کی اطلاع دینے کے لئے گھنٹہ بجایا جائے یعنی اذان سے پہلے اس لئے کہ سب مؤذن ایک وقت میں ایک ساتھ اذان کہیں تو یہ جائز ہے،نمازیوں کو اطلاع دینے کی غرض سے اذان کے قائم مقام گھنٹہ بجانا جائز نہیں۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔(کفایت المفتی:۴۸/۳)

---

(۱) عن ابن عمر.رضی اللہ عنهما:كان المسلمون حين قدموا المدينة يجتمعون،فيتحينون الصلوات وليس ينادى بها أحد فتكلموا فى ذلك يوماً،فقال بعضهم:"اتخذوا ناقوساً مثل ناقوس النصارىٰ".وقال بعضهم:"اتخذوا قرناً مثل قرن اليهود".قال:فقال عمر.رضی اللہ عنه.:"أولا تبعثون رجلاً ينادى بالصلوٰة".فقال رسول اللہ صلى اللہ عليه وسلم:"يابلال! قم فناد بالصلوٰة".(سنن الترمذى،باب ماجاء فى بدء الأذان:۴۸/۱،ط: سعید کمپنی)

(۲) ولا تثويب إلا فى صلاة الفجر، لماروى أن عليا.رضی اللہ عنه.رأى مؤذنا يثوب فى العشاء،فقال:"أخرجوا هذا المبتدع من المسجد ، الخ".(المبسوط للسرخسى، باب الأذان:۱۳۰/۱،ط: دار المعرفة،بيروت،لبنان)

## اذان سے قبل یا بعد میں گھنٹہ بجانا:

سوال: بعض شہروں میں اذان کے بعد مسجد میں گھنٹہ بجا کر وقت کا اعلام کیا جاتا ہے، آیا یہ امر بدعت حسنہ جائز ہے یا نہیں اور کلاک مسجدوں میں رکھی جاتی ہے۔اس میں بھی ہر ایک کلاک پر وقت کا اعلام اور کلاکوں کی تعداد کا گھنٹہ بجتا ہے اور یہ امر بھی مروج ہے، آیا یہ بھی بدعت حسنہ ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ

اذان کے بعد اعلام الصلوٰۃ کی غرض سے گھنٹہ بجانا بدعت ہے۔اگرچہ بعض فقہا نے تثویب کی اجازت دی ہے اور تثویب کی صورتوں کو تعارف پر چھوڑ دیا ہے۔(۱) لیکن راجح قول یہی ہے کہ تثویب مکروہ وبدعت ہے، وهو الموافق للسنة.

ہاں مسجدوں میں گھڑی لگانا اور اس کے گھنٹوں کے موافق گھنٹہ بجانے میں مضائقہ نہیں، کیونکہ یہ گھنٹہ شرعی جہت سے نہیں بجایا جاتا، بلکہ وقت کا اعلام ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔(۲) واللہ تعالیٰ اعلم (کفایت المفتی:۴۶/۳)

## اذان سے پہلے یا بعد میں نقارہ بجانا درست نہیں:

سوال: ضرب نقارہ قبل اذان یا بعد اذان برائے ہوشیاری وبیداری غافلین جو کہ مسجدوں سے دور رہتے ہیں اور اذان کی آواز ان تک نہیں پہنچتی جائز ہے یا نہیں؟

(المستفتی نمبر:۴۹۳، محمد صالح، مدراسی۔۱۹/ربیع الاول ۱۳۵۴ھ، م۲۲/جون ۱۹۳۵ء)

الجواب ــــــــــــــــ

ضرب نقارہ سلف صالحین میں مروج نہ تھی اور ممکن ہے کہ عوام اس کو شرعی چیز سمجھنے لگیں، اس لئے اس کا رواج قابل ترک ہے اور اذان کے بعد تو اس کو تثویب کی حیثیت حاصل ہوجائے گی جو مکروہ اور بدعت ہے۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔(کفایت المفتی:۴۹/۳)

---

(۱) (والتثويب فی الفجرحی علی الصلاة حی الفلاح مرتين بين الأذان والإقامةحسن)لأنه وقت نوم وغفلة (وكره فی سائرالصلوات)ومعناه العود إلی الإعلام بعد الإعلام وهوعلی حسب ماتعارفوه وهذاالتثويب أحدثه علماء الكوفة بعدعهدالصحابة رضی اللّٰه عنهم لتغيرأحوال الناس وخصواالفجر لماذكرنا،والمتأخرون استحسنوا فی الصلوات كلهالظهور التوانی فی الأمورالدينية.(الهداية مع الفتح،باب الأذان: ۲۴۵/۱،انيس)

(۲-۳) ولا تثويب إلا فی صلاة الفجرلما روی أن عليا. رضی اللّٰه عنه.رأى مؤذنا يثوب فی العشاء،فقال:" أخرجوا هذا المبتدع من المسجد الخ". (المبسوط للسرخسی، باب الأذان: ۱۳۰/۱،ط دارالمعرفة،بيروت،لبنان) ==

## اذان سے پہلے یا بعد میں گھنٹی بجانے کا حکم:

سوال: اگر محلّہ کی اذان اہل محلّہ نہیں سن سکتے جس کی وجہ سے نمازیوں کو بہت دقت ہوتی ہو، تو اگر اذان سے قبل یا بعد کوئی گھنٹی وغیرہ بجادی جائے، تو یہ گھنٹی بجانا از روئے شرع جائز ہے یا نا جائز؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

اعلام بعد الاذان کو جسے تثویب بھی کہتے ہیں، علماء متقدمین نے مکروہ اور بدعت کہا ہے اور علماء متأخرین نے بوجہ تساہل کے جائز رکھا ہے۔ پس بر بناء مذہب متأخرین اگر کوئی صورت جماعت کے انتظام کی نہ ہو، تو گھنٹی یا نقارہ کے ساتھ اعلام جائز ہے۔

**كما فى الدر المختار و الشامية:" ويثوب بين الأذان و الإقامة فى الكل للكل بما تعارفوه كتنحنح أو"قامت قامت"أو"الصلوٰة الصلوٰة"ولو أحدثوا إعلاما مخالفًا كذلك جاز. نهر عن المجتبىٰ.(١/ ٢٦١)**

لیکن اگر اذان کی آواز پہنچ جاتی ہے، تو بلا ضرورت نقارہ بجانے سے بچنا چاہئے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ۔ ۲۸/۴/۷ ۱۳۸ھ/ الجواب صحیح: خیر محمد عفا اللہ عنہ۔ (خیر الفتاویٰ:۲/ ۱۹۹)

## اذان کے بعد کسی اور طریقہ سے اطلاع کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

اگر محلّہ کی مسجد کی اذان اہل محلّہ نہیں سن سکتے جس کی وجہ سے نمازیوں کو بہت دقت ہوتی ہے، تو اگر اذان سے قبل یا بعد کوئی گھنٹی وغیرہ بجادی جائے، تو یہ گھنٹی بجانا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

گھنٹی بجانے کی تجویز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی پیش ہوئی تھی، لیکن نصاریٰ کے ساتھ تشبہ کی بنا پر اسے رد کر دیا گیا تھا اور نماز کو بلانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اذان نازل فرمائی، جس پر آج تک عمل ہو رہا ہے۔ اس لئے اگر اذان سننے میں نہیں آئے، تو کسی بلند آواز والے مؤذن کا تقرر کیا جائے۔ بہر حال گھنٹی بجانا سنت متوارثہ کے خلاف ہے اور نا درست ہے۔

==　عن بلال قال: قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تثوبنّ فى شىء من الصلوات إلا فى صلوٰة الفجر. (الترمذى، باب ما جاء فى التثويب فى الفجر (ح:١٩٨)

عن مجاهد قال: كنت مع ابن عمر فثوب رجل فى الظهر أو العصر، قال: أخرج بنا فإن هذه بدعة. (سنن أبى داؤد، باب فى التثويب (ح:٥٣٨) انيس)

”عن أنس رضی اللّٰہ تعالٰی عنه قال: ذکروا النار والناقوس فذکروا الیهود والنصاریٰ فأمر بلالاً أن یشفع الأذان وأن یوتر الإقامة، قال إسمٰعیل فذکرته لأیوب فقال إلا الإقامة. متفق علیه (مشکوٰة المصابیح: ٦٢)(١) فقط واللّٰه أعلم (فتاویٰ مفتی محمود: ۱/۸۳۴-۸۳۵)

## متعین امام کی بغیر اجازت امامت واذان درست ہے یا نہیں:

سوال: مؤذن وامام کی بغیر اجازت اذان کہنا اور امام ہونا کیسا ہے؟

الجواب

مؤذن وامام مقرر کی بلا اجازت اذان کہنا اور امام ہونا مکروہ ہے۔ اس سے احتراز چاہئے۔(۲) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲/۱۲۲-۱۲۳)

## امام ومؤذن نہ ہونے کی صورت میں اذان واقامت کا حکم:

سوال: اگر گھر سے مسجد تقریباً دو فرلانگ اور وہاں کی نماز کا کوئی وقت امام مؤذن کچھ نہ ہو، ایسی حالت میں اگر گھر میں اذان کہے اور گھر میں جماعت کرے، جس میں بیوی ماں بچے ہوں تو ظاہر ہے کہ اقامت ماں، بیوی، کہیں گی کیا یہ مکروہ ہے، جماعت افضل ہوگی یا انفراد؟

---

(١) الصحیح للبخاری، باب بدء الأذان (ح: ٦٠٣)، باب الإقامة واحدة (ح: ٦٠٧)/ الصحیح لمسلم، باب الأمر بشفع الأذان وإیتار الإقامة (ح: ٣٧٨)/ سنن أبی داؤد، باب فی الإقامة (ح: ٥٠٨)

خیر الفتاویٰ کے بمقابل فتاویٰ مفتی محمود کا فتویٰ قرین قیاس اور مزاج شریعت سے ہم آہنگ ہے۔ انیس

(٢) عن أبی مسعود الأنصاری قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: ”لایؤمّن الرجلُ الرجلَ فی سلطانه ولایقعد فی بیته علٰی تکرمته إلا بإذنه“. (الصحیح لمسلم، باب من أحق بالإمامة (ح: ٦٧٣)/ مصنف ابن أبی شیبة، باب من قال یؤم القوم أقرء هم لکتاب اللّٰه (ح: ٣٤٥١)/ مسند الإمام أحمد، بقیة حدیث أبی مسعود البدری الأنصاری (ح: ١٧٠٩٢)/ صحیح ابن حبان، باب ذکر الأخبار عمن یستحق الإمامة للناس (ح: ٢١٣٣) انیس)

وصح عن ابن عمر: أن إمام المسجد مقدم علٰی غیر السلطان (إلٰی قوله) ولاعلٰی إمام الحی ورب البیت إلا بالإذن، قاله الطیبی. (المرقات: ١/٩٠)

أقام غیر من أذن بغیبته أی المؤذن لایکره مطلقاً وإن بحضوره کره إن لحقه وحشة کماکره مشیه فی إقامته. (الدر المختار) (قوله إن لحقه وحشة) أی بأن لم یرض به، وهذا اختیار خواهرزاده، ومشی علیه فی الدرر والخانیة، لکن فی الخلاصة: إن لم یرض به یکره، وجواب الروایة أنه لابأس به مطلقاً، آه.

قلت: وبه صرح الإمام الطحاوی فی مجمع الآثار معزیاً إلٰی أئمتنا الثلاثة، وقال فی البحر: ویدل علیه إطلاق قول المجمع ولانکرهها من غیره، فما فی شرحه لابن ملک: أنه لوحضرولم یرض یکره اتفاقاً، فیه نظر آه وکذا یدل علیه إطلاق الکافی معللاً بأن کل واحد ذکر، فلابأس بأن یأتی بکل واحد رجل آخر، ولکن الأفضل أن یکون المؤذن هو المقیم آه أی لحدیث: ”من أذن فهو یقیم“ وتمامه فی حاشیة نوح. (رد المحتار، باب الأذان: ١/٣٦٧، ظفیر)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

ایسی حالت میں مسجد جا کر اذان و اقامت کہہ کر نماز پڑھنا افضل ہے، اگر چہ وہاں تنہا ہی نماز پڑھنے کا موقع ملے کہ اس میں مسجد کی آبادی ہے، مکان پر تنہا یا جماعت سے پڑھنے میں وہ فضیلت نہیں ہوگی، (۱) مکان پر جماعت کرتے وقت مرد جب کہ امام بنتا ہے، تو خود ہی اقامت بھی کہہ لے۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۰۵/۵)

## صبح کی اذان کس وقت کہی جاوے:

سوال: بعض لوگ بوقت ۴ ر بجے صبح کی اذان کہہ دیتے ہیں، صبح کی اذان کس وقت کہنی چاہئے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

صبح کی اذان کا وقت صبح صادق ہونے کے بعد ہوتا ہے، (۳) آجکل صبح صادق ۵ بجے ہوتی ہے، اس سے پہلے اذان نہ کہنی چاہئے، وقت سے پہلے اذان نہیں ہوتی۔ اگر وقت سے پہلے اذان کہی گئی تو لوٹائی جاوے۔

درمختار میں ہے:

**فيعاد أذان وقع قبله،الخ.** (ردالمحتار: ۴۰۰/۱)(۴)

اور نیز درمختار میں ہے:

**وإنما يستحق ثواب المؤذنين إذاكان عالماً بالسنة والأوقات.** (۴۰۶/۱)(۵)

یعنی اذان کا ثواب اسی وقت حاصل ہوتا ہے کہ اذان طریق سنت کے موافق کہنا جانتا ہو اور وقت کو پہچانتا ہو۔ فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۱۲۳/۲-۱۲۴)

---

(۱) "وإن لم يكن لمسجد منزله مؤذن،فإنه يذهب إليه ويؤذن فيه ويصلي وإن كان واحدًا؛لأن لمسجد منزله حقاً عليه،فيؤدي حق مؤذن مسجد لا يحضرمسجده أحد،قالوا:هويؤذن ويقيم ويصلي وحده،وذاک أحب من أن يصلي في مسجد آخر". (رد المحتار، كتاب الصلاة،باب الإمامة: ۵۵۵/۱،سعيد)

(۲) ... إذا أقام الإمام بنفسه في مسجد فلايقفوا حتى يتم إقامته،ظهيرية.وإن خارجه قام كل صف ينتهي إليه. (الدر المختار،فصل في بيان تأليف الصلاة إلى انتهائها: ۴۷۹/۱ .انيس)

(۳) عن أبي هريرة قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:إن للصلاة أولاً وآخراً،وإن أول وقت العشاء حين يغيب الأفق وإن آخر وقتها حين ينتصف الليل وإن أول وقت الفجر حين يطلع الفجروإن آخر وقتها حين تطلع الشمس. (شرح معاني الآثار،باب مواقيت الصلاة (ح: ۹۴۱)انيس)

(۴) الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب الأذان: ۳۵۸/۱،ظفير

(۵) الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار،باب الأذان: ۳۶۴/۱،ظفير

## صبح صادق سے پہلے اذان اور بعد میں فوراً جماعت:

سوال: ایک غیر مقلد بے علم شرّی، تندخو ہے، اس لئے اہل محلّہ نے مسجد میں نماز پڑھنی چھوڑ دی، اور باوجودیکہ امام طالب علم ولائتی اور حنفی ہے، مگر زید کے تقاضہ سے امام نماز میں رکوع وسجود وقومہ وجلسہ طول وطویل کرتا ہے اور صبح کی اذان صبح صادق سے بیس منٹ پہلے کہلا کر صبح ہوتے ہی نماز تنہا یا ایک دو کوئی آ گیا، لیکر امام کو تقاضہ کر کے پڑھ لیتا ہے۔ دیگر مقتدیان کو کیا کرنا چاہئے؟ وہ جماعت ثانیہ علیٰحدہ کریں، یا دوسری مسجد میں جاویں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــ

صبح صادق سے پہلے عند الحنفیہ اذان صبح کی جائز نہیں ہے۔

**إلا روايةً عن الإمام الثانی أی أبی یوسف رحمه اللّٰه.** (۱)

اور اسفار نماز صبح میں سنت ہے۔ (۲)

پس مقتدیوں کو چاہئے کہ امام کو ان امور کی ہدایت کریں، اگر وہ نہ مانے، تو اس کو علیٰحدہ کردیں اور اگر اس میں فتنہ ہو، تو دوسری مسجد میں نماز پڑھیں۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۹۶-۹۷)

## جمعہ کی اذان کا وقت:

سوال: جمعہ کے روز اذان ونماز کا وقت کیا ہونا چاہئے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

جمعہ کی اذان اور نماز کا وقت وہی ہے جو ظہر کی اذان اور نماز کا وقت ہے۔ (۳) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی ـ ۲۴/۲/۱۳۷۵ھ ـ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۱۱۶)

---

(۱) فیعاد أذان إن وقع بعضه وكذا كله بالأولیٰ قبله كالإقامة خلافاً للثانی فی الفجر. (الدر المختار)

(قوله خلافاً للثانی) هذا راجع إلى الأذان فقط فإن أبا یوسف یجوز الأذان قبل الفجر بعد نصف اللیل. (رد المحتار، باب الأذان: ۱/۳۵۸، ظفیر)

(۲) والمستحب للرجل الابتداء فی الفجر بإسفار والختم به هو المختار. (الدر المختار)

لقوله علیه السلام: "أسفروا بالفجر فإنه أعظم للأجر". رواه الترمذی وحسنه وروی الطحاوی بإسناد صحیح. (رد المحتار، كتاب الصلوٰة: ۱/۳۳۹، ظفیر) (سنن الترمذی، باب ما جاء فی الإسفار بالفجر (ح: ١٥٤)/ سنن أبی داؤد، باب وقت الصبح (ح: ٤٢٤)/ وفی سنن الدارمی، باب الإسفار بالفجر (ح: ١٢٥٤) بلفظ: نوروا. انیس)

(۳) (و) الثالث (وقت الظهر فتبطل) الجمعة (بخروجه) مطلقًا. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب الجمعة: ۳/۱۸-۱۹)

## اذان جمعہ سے قبل گھنٹہ بجانا کیسا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ ہمارا گاؤں ایک بڑا گاؤں ہے، اذان کی آواز پورے گاؤں میں نہیں جاتی ہے، اس لیے اذان سے پہلے گھنٹہ بجاتے ہیں، یعنی جمعہ کی اذان ساڑھے بارہ بجے ہوتی ہے، اس سے پہلے گھنٹے میں بجا کر اذان پڑھتے ہیں، تو گھنٹہ بجانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ و باللہ التوفیق

اذان یا نماز کے لیے گھنٹہ نہ بجایا جائے، بلکہ گھنٹہ بجانے کے لیے خاص اوقات مقرر کئے جائیں، اس سے نماز کے وقت کا اندازہ ہو جایا کرے گا اور پھر وقت نماز کے لیے اذان دی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ العبد نظام الدین الاعظمی عفی عنہ، مفتی دار العلوم دیوبند۔ ۱۳۹۰/۷/۶ھ

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دار العلوم دیوبند۔ (نظام الفتاویٰ، جلد پنجم، جزء اول: ۱۰۲-۱۰۳)

## جمعہ کی اذان نصف النہار کے وقت درست ہے یا نہیں:

سوال: جمعہ کی اذان نصف النہار میں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

اذان قبل الوقت درست نہیں ہے، اسی لئے فقہا اعادہ کا حکم فرماتے ہیں۔ (۱)

اور وقت جمعہ کا مثل ظہر کے بعد زوال کے شروع ہوتا ہے۔ لہٰذا اذان جمعہ بعد زوال کے ہونی چاہئے، قبل زوال درست نہیں ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲/۹۵-۹۶)

## زوال سے قبل جمعہ کی اذان وسنت کی ادائیگی:

سوال: یہاں سعودی میں جمعہ کے روز زوال سے ایک ڈیڑھ گھنٹہ پہلے جمعہ کی اذان جامع مسجد میں دے دی جاتی ہے اب اگر کوئی شخص زوال سے پہلے جمعہ کی چار رکعت سنت پڑھے تو جائز ہے یا نہیں جبکہ زوال ہونے کے بعد فوراً ہی خطیب خطبہ پڑھنا شروع کر دیتا ہے سنت پڑھنے کے لئے پہلے وقت ہی نہیں ملتا، جبکہ خطبہ جاری رہتا ہے اسکے بارے میں اگر زوال سے پہلے پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟ واضح فرمائیں۔

(۱) ( ... وھو سنة ) ... ( مؤكدة ) ... ( للفرائض ) الخمس ( فی وقتها ) الخ ( فيعاد أذان وقع ) بعضه (قبله). (الدر المختار علٰی هامش رد المحتار، باب الأذان: ۳٥٦/١، ظفير)

(۲) وجمعة كظهر أصلاً واستحباباً فی الزمانين لأنها خلفه. (الدر المختار علٰی هامش رد المحتار، كتاب الصلٰوة: ٣٤٠/١)

الجواب ــــــــــــــــ و باللّٰہ التوفیق

جمعہ کے دن بھی زوال سے پہلے کی اذان معتبر نہیں،(۱) اس طرح زوال سے پہلے جمعہ کی سنت پڑھنا بھی صحیح نہیں، جمعہ کی سنت بھی زوال کے بعد پڑھے زوال سے پہلے جو سنت پڑھی جائے گی وہ کافی نہ ہوگی، زوال کے بعد پھر پڑھنی پڑے گی۔ پس اگر کوئی شخص جمعہ کے دن زوال سے پہلے آجائے اور نماز پڑھنا چاہے تو نفل کی نیت سے پڑھے پھر جب زوال ہوجائے سنت جمعہ کی پڑھے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور ۲۴/۲/۱۴۰۳ھ۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ:۲۲۴/۱)

## جمعہ کی اذان وقت معینہ سے قبل دینے کا حکم:

سوال: مؤذن نے جمعہ کے روز وقت معینہ بارہ بجے سے پندرہ منٹ قبل اذان دے دی، اس صورت میں اذان کا اعادہ ضروری تھا یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ و باللّٰہ التوفیق

اذان نماز کے وقت سے پہلے دی جائے تو اس کو دہرانا چاہئے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی۔ ۹/۲/۱۳۷۳ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۱۱۴/۲)

---

(۱) عن شيبان رضى الله تعالىٰ عنه قال: تسحرت ثم أتيت المسجد فاستندت إلىٰ حجرة النبى صلى الله عليه وسلم فرأيته يتسحر، فقال: أبويحىٰ، قلت: نعم، قال: هلم إلى الغداء، قلت: إنى أريد الصيام، قال: وأنا أريد الصيام لكن مؤذننا هذا فى بصره سوء أوقال شىء، وإنه أذن قبل طلوع الفجر ثم خرج إلى المسجد فحرم الطعام. وكان لايؤذن حتى يصبح. (فوائدابن أخى ميمى الدقاق، الجزء الرابع (ح: ۳۹۱)/ تخريج الأحاديث المرفوعة المسندة فى كتاب التاريخ الكبير للبخارى (ح: ۷۲۹) انيس)

(۲) جمعہ کا وقت بھی وہی ہے جو ظہر کا وقت ہے، زوال سے قبل دی جانے والی اذان خواہ جمعہ کے لئے ہو یا ظہر کے لئے معتبر نہیں ہے۔ اگر زوال سے قبل اذان دے دی گئی تو بعد زوال اس کا اعادہ لازم ہے، البتہ اگر اذان وقت مقررہ سے پہلے لیکن زوال کے بعد دی جائے تو وہ شرعا معتبر ہے۔ اس کا اعادہ لازم نہیں ہے۔ کسی موسم میں زوال ۱۲/ بجے ہوتا ہے اور کسی میں ۱۲/ بجے کے بعد اور کسی موسم میں ۱۲/ بجے سے پہلے ہی ہوجاتا ہے۔ ہر موسم میں زوال کا وقت یکساں نہیں رہتا ہے، لہذا صورت مسئولہ میں اگر جمعہ کی اذان اس کے وقت معینہ سے پندرہ منٹ زوال سے پہلے دی گئی تو اذان نہیں ہوئی۔ زوال کے بعد اس کا اعادہ ہونا چاہئے۔ اور اگر زوال کے بعد اذان دی گئی تو پھر اعادہ کی ضرورت نہیں، اذان صحیح ہوئی۔ [مجاهد]

(و) الثالث (وقت الظهر فتبطل) الجمعة (بخروجه) مطلقًا. (الدر المختار، باب الجمعة: ۱۸/۳-۱۹)

(ووقت الظهر من زواله). (تنوير الأبصار علىٰ هامش رد المحتار: ۱۴/۲)

وأما بيان وقت الأذان والإقامة فوقتهما ما هو وقت الصلوات المكتوبات حتى لو أذن قبل دخول الوقت لايجزئه و يعيده إذا دخل الوقت فى الصلوات كلها فى قول أبى حنيفة ومحمد. (بدائع الصنائع: ۴۲۱/۱)

## وقت سے پہلے اذان سے متعلق چند سوالات:

سوال: جامع مسجد کی انتظامیہ کمیٹی کی طرف سے مقرر کردہ مؤذن نے ۴ر رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ مطابق ۱۹ر اکتوبر ۲۰۰۴ء کو مائک پر مغرب کی اذان (۵.۳۵) پر غلطی سے دینا شروع کر دیا، جبکہ اس دن افطار کا وقت جنتری/ کلینڈر ر/اخبار میں ۵.۳۸ ہونا درج تھا اور اخبار ہی میں اسی دن غروب آفتاب کا وقت (۵.۳۲) درج تھا۔ ایسی صورت میں اگر جنتری کا وقت صحیح مانیں، تو تین منٹ قبل اذان شروع ہوئی اور غلطی کے احساس پر روک کر اطلاع کی گئی کہ غلطی سے اذان کچھ پہلے شروع ہو گئی اور اگر اخبار میں درج شدہ وقت غروب (۵.۳۲) صحیح مانا جائے، تو تین منٹ بعد میں اذان شروع ہوئی جس میں افطار کرنے پر تاخیر کے علاوہ کوئی روزہ کے پورا ہونے کے بارے میں اشکال نہیں ہے۔ اذان تین منٹ کے بعد دوبارہ شروع ہوئی۔ اس حالت میں درج ذیل نکات پر استفتا پیش ہے۔

(۱) کیا غلطی سے وقت پر اذان شروع نہ کرنے کی بنیاد پر مؤذن کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی انتظامیہ کمیٹی کر سکتی ہے یا نہیں؟

(۲) اذان مغرب کے لئے بنیاد اسلامی جنتری ر کلینڈر ر/اخبار کو بنایا جائے یا اخبار کے غروب آفتاب کے وقت کو؟

(۳) کچھ لوگوں نے افطار اذان شروع ہوتے ہی کر لیا، لیکن غلطی کے اعلان پر کھانا، پینا چھوڑ دیا اور منھ صاف کر لیا۔ جب دوبارہ اذان ہوئی تو روزہ کھولا۔ ایسی صورت میں ان لوگوں کا روزہ پورا ہوا کہ نہیں اور اگر نہیں تو قضا ہوگی یا کفارہ

(۴) کچھ لوگوں نے روزہ افطار کرنے کی غلطی کی اطلاع پر بھی کھانا پینا اس بنیاد پر جاری رکھا کہ اب تو روزہ جاتا ہی رہا اور کھانا پینا جاری رکھا، ان کا روزہ ہوا کہ نہیں اگر نہیں تو روزہ کی قضا ہوگی یا کہ کفارہ بھی؟

هو المصوب

(۱) جو غلطی سہواً ہو جائے، اس پر تادیبی کارروائی نہیں کریں گے، متنبہ کر دینا کافی ہے۔

(۲) مشاہدہ سے جس کی تائید ہو، اس کا اعتبار ہوگا۔

(۳) روزہ نہ ہوگا، ان کو قضا کرنا ہوگا۔

(۴) قضا کرنا ہوگا، کفارہ نہ ہوگا۔

نوٹ: کلینڈر میں اگر احتیاط کی وجہ سے غروب کے چند منٹ بعد افطار لکھا ہے، تو روزہ ہو جائے گا اور اگر غروب اور افطار کا وقت ایک ہی ہے، تو روزہ نہیں ہوگا۔

تحریر: محمد ظہور ندوی عفا اللہ عنہ۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۱/۳۵۳-۳۵۴)

## اذان دیئے بغیر نماز پڑھنا کیسا ہے:

سوال: ایک دن مسجد میں عصر کی نماز اذان کے بغیر جماعت کے ساتھ پڑھ لی گئی، جماعت ختم ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ اذان نہیں ہوئی تھی، کیا اس صورت میں اذان دے کر دوبارہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ واقعہ یہ ہے کہ لوگوں نے اذان دے کر دوبارہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھی بھی ہے، دونوں گروپ کا یہ فعل از روئے شرع کیسا ہے؟

هــو المصــوب

صورت مسئولہ میں بغیر اذان کے نماز پڑھ لی گئی ہے، تو نماز ہو جائے گی۔ البتہ اس سلسلہ میں تیقظ کی ضرورت ہے۔ اذان شعائر اسلام میں سے ہے، لیکن جماعت یا نماز کے لئے اذان کی شرط نہیں ہے۔(۱)

تحریر: ساجد علی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔

نوٹ: دوبارہ نماز باجماعت اذان دے کر پڑھنے کی ضرورت نہ تھی۔ ناصر علی (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۱/۳۵۰-۳۵۱)

## وقت سے پہلے اذان کا حکم:

سوال: مغرب کا وقت ۶.۳۰ بجے ہے، لیکن مسجد کی گھڑی تین منٹ فاسٹ ہے اور اذان اسی گھڑی سے ہوتی ہے، جبکہ اصل وقت ۶.۲۷ بجے ہوا ہے، کیا تین منٹ پہلے اذان ہو جائے گی یا نہیں؟

هــو المصــوب

قبل از وقت اذان دینا درست نہیں ہے، وقت کے اندر دوبارہ اذان کا اعادہ کیا جائے۔(۲) لیکن اگر تین منٹ پہلے وقت ہو گیا تھا اور گھڑی میں ۶.۳۰ بجے احتیاطی وقت ہے، تو اذان معتبر ہے، اعادہ کی ضرورت نہیں۔

تحریر: محمد طارق ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۱/۳۵۲)

---

(۱) فقد ذكر محمد ما يدل على الوجوب... وعامة مشايخنا قالوا: إنهما سنتان مؤكدتان... والقولان لايتنافيان لأن السنة المؤكدة والواجب سواء خصوصًا السنة التي هي من شعائر الإسلام فلا يسع تركها ومن تركها فقد أساء لأن ترك السنة المتواترة يوجب الإساءة وإن لم تكن من شعائر الإسلام فهو الأولى.(بدائع الصنائع: ١/٣٦٤)

(٢) ولايؤذن لصلاة قبل دخول وقتها ويعاد في الوقت لأنه للإعلام وقبل الوقت تجهيل.(الهداية مع الفتح، باب الأذان: ١/٢٥٩)

عن ابن عمر قال: إن بلالاً أذن قبل طلوع الفجر فأمره النبي صلى الله عليه وسلم أن يرجع فينادي ألا إن العبد قد نام فرجع فنادىٰ ألا إن العبد قد نام، ألا إن العبد قد نام.(المنتحب من مسند عبد بن حميد، أحاديث ابن عمر (ح: ٧٨٢)/ سنن أبي داؤد، باب في الأذان قبل دخول الوقت (ح: ٥٣٢)

## رمضان میں اذان کے اوقات:

سوال: ہماری مسجد کے امام صاحب فرماتے ہیں کہ روزہ افطار کے وقت اذان نہیں دینی چاہیے، بلکہ دس منٹ بعد اذان دو، کیوں کہ اس وقت مغرب کا وقت نہیں ہوتا اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ سحری بند ہوتے وقت بھی اذان کی ضرورت نہیں، کیوں کہ کراچی میں سحری کا وقت اگر چار بج کر پچیس منٹ ہو تو اذان کا وقت چار بج کر چالیس منٹ پر داخل ہوتا ہے، اس سے پہلے اگر اذان ہوئی تو وہ اذان نہیں ہوگی، بلکہ لوٹانی ہوگی۔

الجواب ــــــــــــــــــــ

افطار کے وقت اذان کا وقت ہو جاتا ہے، اذان فوراً دے دینی چاہیے، سحری کا وقت ختم ہونے کے بعد اذان کا وقت ہو جاتا ہے، مگر انتہائے سحری کے وقت کے بعد چند منٹ احتیاط کرنی چاہیے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۲۱۸/۳)

## اذان کہاں دی جائے:

سوال: کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اذان مسجد کے اندر ہوتی تھی جیسا کہ آج کل لوگوں نے رواج بنا لیا ہے؟ ہم نے اپنی مسجد کے لوگوں سے کہا کہ باہر اذان دی جائے تو وہ ہم پر برس پڑے کہ ساری دنیا میں اندر ہی سے اذان دی جاتی ہے، اس سلسلہ میں وضاحت فرمائیں؟ (فرقان علی، مقام غیر مذکور)

الجواب ــــــــــــــــــــ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں اذان مسجد سے باہر ہوا کرتی تھی، (۱) بلکہ لاؤڈ اسپیکر کے رواج سے پہلے تک بھی مسجد کے ساتھ الگ اذان خانہ کا رواج تھا، جس سے اذان دی جاتی تھی، جب سے لاؤڈ اسپیکر کا سلسلہ شروع ہوا یہ سلسلہ متروک ہو گیا، فقہا نے لکھا ہے کہ اذان مسجد کے باہر دی جانی چاہئے نہ کہ مسجد کے اندر۔

فتاوی خانیہ میں ہے:

**"ینبغی أن یؤذن في المئذنة أو خارج المسجد ولا یؤذن في المسجد".** (۲)

(۱) چنانچہ بنی نجار کی ایک خاتون کی روایت ہے کہ میرا مکان مسجد نبوی کے اردگرد سب سے اونچا تھا، تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ فجر کی اذان اسی پر سے دیا کرتے تھے"۔ (سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۵۱۹، باب الأذان فوق المنارة)

نیز حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت موسیٰ کی روایت میں یہ الفاظ ملتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان کے لیے مقام ابطح میں تشریف لے جاتے" "رأیت بلالا خرج إلی الأبطح فأذن" (أبو داؤد، حدیث نمبر: ۵۲۰)

اس طرح کی اور بھی بہت سی احادیث ہیں، جن سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ اذان مسجد کے باہر سے دیا کرتے تھے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک آواز پہنچ سکے۔ محشی

(۲) الفتاویٰ الخانیة علی هامش الفتاویٰ الهندیة: ۷۸/۱، ط: مکتبہ زکریا دیوبند۔ محشی

''مناسب ہے کہ اذان خانہ پر یا مسجد سے باہر اذان دی جائے مسجد میں اذان نہ دی جائے''۔

مسجد سے باہراذان دینے کا مقصود یہ تھا کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک اذان کی آواز پہنچ جائے، اب لاؤڈاسپیکر کی وجہ سے اس کے بغیر بھی دور تک آواز پہونچانے کا مقصد حاصل ہوجاتا ہے، اس لئے اس طرح بھی اذان دینے کی گنجائش ہے، مگر سنت سے قریب تر طریقہ یہ ہے کہ مسجد کے حدود سے باہر خواہ مسجد سے متصل ہی ہو، ایک کمرہ اذان کے لئے بنادیا جائے، جس میں لاؤڈاسپیکر نصب ہو اور وہاں سے اذان دی جائے، اس طرح ایک سنت پر بھی عمل ہوجائے گا، اور دور تک آواز پہونچانے کا مقصد بھی حاصل ہوگا، بہرحال ایسے مسائل پر باہمی الجھاؤ مناسب نہیں۔

(کتاب الفتاویٰ:۲/۱۳۰-۱۳۱)

## مسجد کی چھت پر اذان کہنا سنت ہے یا واجب؟

## اور بلندی پر اذان کہنے سے بے پردگی ہوتو کیا حکم ہے:

سوال: ردالمحتار اردو میں تحریر ہے کہ اذان بلند جگہ پر کہنی چاہئے جو اس کے خلاف کرے گا وہ گناہگار ہوگا، یہاں اس پرعمل ہونے سے کوئی کہتا ہے مکانوں کی بے پردگی ہوتی ہے، بے پردگی کے انتظام کے لئے کہا جاتا ہے تو یہ جواب ملتا ہے کہ قدیم سے جہاں اذان ہوتی آئی ہے وہاں ہونی چاہئے کیا پہلے دنیا میں مولوی نہیں تھے، اب نئی نئی باتیں کہاں سے نکل آئیں، اکثر اس مسجد میں علماؤں کی آمد ورفت رہی ہے، کبھی کسی صاحب نے اعتراض نہیں کیا، ایسی صورت میں بموجب شرع شریف کیا کرنا چاہئے، آیا چھت مسجد یا غسل خانہ کی چھت پر یا سقاوہ کی چھت پر یا نالیوں پر جو کہ فرش مسجد سے کسی قدر اونچی ہیں، اذان کہی جاوے، امید کہ پیائش کی تعداد حضور فرما کر اطلاع بخشیں، تاکہ شر رفع ہو۔

الجواب

**قال في الدر المختار: (...وهو سنة) للرجال في مكان عال (مؤكدة) آه. (۳۹۸/۱)**

**قال الشامي: في القنية: ويسن الأذان في موضع عال والإقامة على الأرض وفي أذان المغرب اختلاف المشائخ والظاهر أنه يسن المكان العالي في المغرب أيضاً كما سيأتي. وفي السراج: و ينبغي أن يؤذن في موضع يكون أسمع للجيران ويرفع صوته ولا يجهد نفسه، آه.**

**وفي الشامية أيضاً: قال ابن سعد بالسند إلٰى أمّ زيد بن ثابت كان بيتي أطول بيت حول المسجد فكان بلال يؤذن فوقه من أول ما أذن إلٰى أن بنى رسول الله صلى الله عليه وسلم مسجده فكان يؤذن بعد علٰى ظهر المسجد وقد رفع له شيء فوق ظهره، آه. (۴۰۲/۱)(۱)**

(۱) ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۳۸۷/۱، سعيد كمپنى لاهور. انيس

قلت:هذا أثر حسن كما ذكرته في الأعلاء معزيا إلى أبي داؤد.(۲/۱۱۰)(۱)

وفي الطحطاوي على مراقي الفلاح:ويكره أن يؤذن في المسجد ،كما في القهستاني عن النظم فإن لم يكن ثمه مكان مرتفع للأذان يؤذن في فناء المسجد ، آه.(ص:۱۱٤)

عربی درمختار میں لکھا ہے کہ اذان بلند مکان میں کہنا سنت ہے،اس میں یہ نہیں لکھا کہ جو اس کے خلاف کرے گا، وہ گناہ گار ہوگا۔ ہاں اس کے بعد مطلق اذان کے متعلق کہا ہے کہ اذان سنت مؤکدہ ہے، كالواجب في لحوق الإثم . لیکن اس کا یہ مطلب ہے کہ اگر فرض نماز کے لئے اذان بالکل نہ دی جائے تو گناہ ہوگا، یہ مطلب نہیں کہ بلند جگہ میں اذان نہ دی جائے گی تو گناہ ہوگا، خوب سمجھ لو۔ بہر حال اس میں شک نہیں کہ اذان کا بلند جگہ میں ہونا مسنون ہے، مگر بلند جگہ میں ہونا سنت مؤکدہ نہیں، بلکہ سنن زوائد سے ہے، جس کا کرنا موجب ثواب ہے اور ترک سے گناہ نہیں اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بلال مؤذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کی چھت پر اذان دیا کرتے تھے او رو ہاں کوئی بلند جگہ اذان کے لئے ان کے واسطے بنا دی گئی تھی، لیکن ہر جگہ کے لئے یکساں بلندی نہیں مقرر ہو سکتی، بلکہ اس کا معیار اہل محلّہ کو آواز پہنچنے پر ہے، پس جتنی بلندی سے محلّہ کے اکثر گھروں میں آواز بسہولت پہنچ جائے، اتنی بلند جگہ پر اذان دی جائے۔(۲) بشرطیکہ اتنی بلندی سے مسلمانوں کے گھروں کے بے پردگی نہ ہوتی ہو، اور بے پردگی ہوتی ہو تو ایسی بلند جگہ اختیار کی جائے جہاں بے پردگی نہ ہوتی ہو اور اس کا انتظام نہ ہو سکے تو پھر اذان مسجد کے حصۂ زیریں میں حدِ مسجد سے باہر نالی وغیرہ پر دی جائے اور سنت ارتفاع کی رعایت میں محرم کا ارتکاب نہ کیا جائے۔ واللہ اعلم

۱۸/صفر ۱۳۴۵ھ۔(امداد الاحکام:۲/۳۱-۳۳)

## اذان بہتر دینے کیلئے بہتر جگہ کونسی ہے:

سوال: اذان کے لئے کونسی جگہ موزوں ہے؟ اگر کسی اونچی جگہ سے اذان دینے میں قرب وجوار میں سے بے پردگی کا احتمال ہو تو ایسی حالت میں کیا کرنا چاہئے؟

== كذا في الطبقات الكبرىٰ لابن سعد،أم عبيد بنت سراقة:۳۰۹/۸،دارالكتب العلمية بيروت/سيرة ابن هشام،ماكان يقوله بلال قبل الأذان: ۵۰۹/۱،ت:السقا/الروض الأنف،خبر الأذان،ت:السلامي: ۱۸۸/٤ .انيس

(۱) عن امرأة من بني نجاز قالت : كان بيتي من أطول بيت حول المسجد وكان بلال يؤذن عليه الفجر فيأتي بسحر فيجلس على البيئت ينظر إلى الفجر فإذا رآه تمطى،ثم قال: اللهم إني أحمدك واستعينك على قريش أن يقيموا دينك،قالت:ثم يؤذن قالت:والله ماعلمته كان تركها ليلة واحدة تعني هذه الكلمات.(سنن أبي داؤد باب الأذان فوق المنارة (ح:۵۱۹)/السنن الكبرىٰ للبيهقي،الأذان في المنارة(ح:۱۹۹۵)انيس)

(۲) عن ابن عمر قال: كان ابن أم مكتوم يؤذن فوق البيت .(نصب الراية،باب الأذان: ۲۹۳/۱ .انيس)

الجواب

اذان کے لئے بہتر یہی ہے کہ مسجد کے باہر اور بلند جگہ پر کھڑے ہوکر دی جائے، البتہ اگر ایسا کرنے سے بے پردگی کا احتمال ہوتو احتیاط بہتر ہے۔

**لما قال العلامة قاضی خان: وینبغی أن یؤذن علی المئذنة أوخارج المسجد ولایؤذن فی المسجد.** (فتاویٰ قاضی خان علیٰ هامش الهندية: ۷۸/۱)(۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۵۴/۳)

## اذان مسجد سے باہر اونچی جگہ پر دینا بہتر ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علما دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا گاؤں ایک چھوٹی بستی ہے، جس کی مسجد کے بیرونی دروازہ پر زمین سے کئی فٹ اونچا ممبر ہے اور مؤذن اس پر اذان دیا کرتا ہے، بعض خواتین منع کرتی ہیں کہ یہاں سے مکانات نظر آتے ہیں، لہٰذا اذان نیچے زمین پر دیا کریں، تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: غلام صادق مسجد چک نمبر ۵۳ بھکر میانوالی......۲۳/۴/۱۴۰۱ھ۔)

الجواب

بہتر یہ ہے کہ اذان مسجد سے باہر اونچی جگہ پر دی جائے۔

**لأن بلالاً رضی اللّٰه تعالیٰ عنه کان یؤذن علیٰ بیت امرأة من بنی النجار وکان أطول بیت حول المسجد، کما فی أبی داؤد، ص: ۷۷.** (۲)

**وفی الهندية: ۵۷/۱: وینبغی أن یؤذن علی المئذنة أوخارج المسجد ولایؤذن فی المسجد کذا فی فتاویٰ قاضی خان.** (۳)

نوٹ: تاہم پردہ کا انتظام ضروری ہے۔ **وهو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ: ۱۹۳/۲)

(۱) قال ابن نجیم: وینبغی للمؤذن أن یؤذن فی موضع یکون أسمع للجیران ویرفع صوته ولایجهد نفسه لأنه یتضرر بذلک، وفی الخلاصة: ولایؤذن فی المسجد. (البحرالرائق: ۲۵۵/۱، باب الأذان)

والسنة الأذان فی موضع عالٍ والإقامة علی الأرض. (قنية المنية لتتميم الغنية، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱۱/۱-۱۲، مخطوطة مكتبة جامعة الملك سعود، انيس)

(۲) عن عروة بن الزبیرعن امرأة من بنی النجار قالت: کان بیتی من أطول بیت کان حول المسجد فکان بلال یؤذن علیه الفجرفیأتی بسحرفیجلس علی البیت ینظرإلی الفجر، الخ. (سنن أبی داؤد، باب الأذان فوق المنارة: ۸٤/۱)(ح: ۵۱۹)

(۳) الفتاویٰ الهندية، الفصل الثانی فی کلمات الأذان والإقامة وکیفیتهما: ۵۵/۱۔

## مسجد سے دور اذان دینا:

سوال: جس جگہ سے اذان دی جاتی ہے، وہ جگہ مسجد سے تقریباً چالیس فرلانگ ہوگی اور مسجد اور اذان کی دوری میں سڑک بھی حائل ہے، اذان یہاں دینے سے اور لاؤڈ اسپیکر مسجد میں لگانے سے اذان ہو جائے گی یا نہیں؟

هــو المصــوب

سنت یہی ہے کہ اذان مسجد کے اتنے قریب میں دی جائے کہ وہ مسجد کی ہی اذان سمجھی جائے، لیکن اگر محلّہ دور ہو یا کوئی مجبوری ہو تو بر بنائے عذر دور سے دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، جبکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ اسی مسجد کے لئے یہ اذان ہے، لیکن اتنی دور ہے کہ اس مسجد کی اذان ہی نہ سمجھی جائے، یہ مسجد کی اذان قرار نہیں دی جاسکتی۔ (۱)

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔ تصویب: ناصر علی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۱/۳۷۶-۳۷۷)

## دروازہ پر نماز ہو تو اذان کہاں دی جائے:

سوال: مسجد ٹوٹ کر نئے سرے سے تعمیر ہو رہی ہے اور نماز ایک دروازے پر ہوتی ہے، تو اذان مسجد میں ہونی چاہئے یا جہاں نماز ہوتی ہے وہاں ہونی چاہئے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

مسجد کی تعمیر جدید کے سبب دوسری جگہ جو جماعت کی جارہی ہے، وہ جائز و درست ہے۔ اذان وہیں پر دیجئے یا مسجد کے احاطے میں دیجئے، اختیار ہے۔ (۲) فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی۔ ۱۹/۷/۱۳۷۵ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۱۱۲)

## کیا اذان کے لئے کوئی سمت متعین ہے:

سوال: کیا اذان دینے کی کوئی سمت متعین ہے یا کوئی سمت افضل ہے؟ اگر مسجد کی چھت سے اذان دی جائے تو کیسا ہے؟ کیا بے حرمتی نہیں ہوگی؟ تفصیل سے تحریر فرمائیں۔

(۱) عن عروۃ بن الزبیر عن امرأۃ من بنی النجار قالت: کان بیتی من أطول بیت حول المسجد فکان بلال یؤذن علیہ الفجر. (سنن أبی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب الأذان فوق المنارۃ، رقم الحدیث: ۵۱۹)

ولم أر حکم البلدۃ الواحدۃ إذا اتسعت أطرافها کالمصر و الظاهر أن أهل کل محلة سمعوا الأذان ولو من محلة أخریٰ یسقط عنهم لا إن لم یسمعوا. (النهر الفائق شرح کنز الدقائق، باب الأذان: ۱/۱۷۱. انیس)

(۲) اس لئے کہ اذان جس جگہ بھی ہو خواہ جماعت کی جگہ پر ہو یا مسجد کے احاطہ میں ہو، ظاہر ہے کہ اسی جماعت کے لئے ہو رہی ہے۔ لہذا اس سے اذان کی سنیت ادا ہو جائے گی۔ مجاہد

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

اذان کے لئے اتنا خیال رکھا جائے کہ قبلہ رو ہو۔(۱) اور بلند جگہ پر ہو تاکہ دور تک آواز پہنچ سکے۔(۲) مینار پر ہو یا مسجد کی دیوار پر ہو، سب درست ہے، خواہ داہنے مینار ہو یا بائیں پر۔ غرض اذان کا معاملہ ایسا نہیں جیسا کہ بچہ کے دائیں کان میں اذان ہوتی ہے اور بائیں میں تکبیر۔(۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۹/۱۳۸۷ھ۔

الجوب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۹/۱۳۸۷۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۸۶/۵۔۳۸۷)

## اذان کیلئے مخصوص جگہ کا ثبوت:

سوال: مسجد کے دائیں یا بائیں اذان کے لئے جگہ بنانے کا شریعت میں کوئی ثبوت ہے یا نہیں؟ اگر ہو تو باحوالہ تحریر فرمائیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

اذان کے لئے مخصوص جگہ بنانا جائز ہے۔

**والمئذنة بكسر الميم وسكون الهمزه ... وهى محل التأذين ويقال لها منارة والجمع منابر بالياء التحية وأول من أحدثها بالمساجد سلمة بن خلف الصحابى رضى الله عنه وكان أميرًا**

(۱) "يستقبل القبلة بهما، ويكره تركه تنزيهاً". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۳۸۹/۱، سعيد)

عن ابن سيرين قال: يستقبل القبلة فى الأذان والإقامة ولايتكلم فيهما. (مصنف عبدالرزاق، باب الكلام بين ظهرانى الأذان (ح: ۱۸۱۰) انيس)

(۲) "(...وهو سنة) للرجال فى مكان عالٍ". (الدر المختار)

"(قوله: فى مكان عال) فى القنية: ويسن الأذان فى موضع عال والإقامة على الأرض. وفى السراج: وينبغى للمؤذن أن يؤذن فى موضع يكون أسمع للجيران، ويرفع صوته، ولايجهد نفسه؛ لأنه يتضرر". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۳۸٤/۱، سعيد)

(۳) "فمنها عند ولادة المولود، فإنهم صرحوا بسنية الأذان، فالأذان فى أذن الولد اليمنىٰ والإقامة فى الأذن اليسرىٰ". (السعاية: ٤٤/۲، باب الأذان، سهيل اكيڈمى، لاهور)

عن حسين قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من وُلد له ولد، فأذن فى أذنه اليمنىٰ وأقام فى أذنه اليسرىٰ، لم تضره أم الصبيان. (مسند أبى يعلى الموصلى، مسند الحسين بن على بن أبى طالب (ح: ٦٧٨٠)/ عمل اليوم والليلة لابن السنى، باب مايعمل بالولد إذا ولد (ح: ۲۲۳)/ المقصد العلى فى زوائد أبى يعلى الموصلى، العقيقة والأذان فى أذن الغلام (ح: ٦٤٩) انيس)

**علٰی مصرفی زمن معاویة. رضی اللّٰہ عنه. وکان بلال یأتی بسحور لأطول بیت حول المسجد لامرأة من بنی نجار یؤذن علیه، آہ.** (الطحطاوی علی المراقی، باب الأذان: ۱۰۳)

اور اہل مسجد کو اختیار ہے کہ دائیں یا بائیں جس طرف چاہیں بنائیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ۔ ۲/۵/۲۷ ۱۳۱ھ/ الجواب صحیح: بندہ محمد عبداللہ غفرلہ۔ (خیر الفتاویٰ: ۲/۲۰۱-۲۰۲)

## فرش مسجد پر اذان جائز ہے یا نہیں:

سوال: مسجد کے فرش پر کھڑے ہوکر اذان دینا کیسا ہے؟

الجواب

اذان پنجگانہ مسجد کے فرش پر جائز ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ اونچی جگہ کھڑے ہوکر مسجد سے باہر کہے۔ (۱) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲/۸۳)

## اذان مسجد کے اندر ہو یا باہر:

سوال: اذان، مسجد کے فرش سے باہر ہونی چاہئے یا فرش مسجد پر، اکثر اشخاص یہ کہتے ہیں کہ مسجد سے باہر اذان نہ دینا چاہئے فرش پر اذان کہنا چاہئے، مسجد سے باہر اذان کہنا منع ہے اور اس کے ثبوت میں خطبہ سے قبل جو اذان پڑھی جاتی ہے پیش کرتا ہے۔ یہ اذان مسجد میں کیوں ہوتی ہے؟ اس میں اور پنجگانہ اذان میں کیا فرق ہے اور وہ مسجد کے اندر پڑھی جانی چاہئے یا نہیں؟ اور اگر مسجد سے باہر کوئی اونچی جگہ بنادی جائے اس پر اذان کہی جاوے تو کیا حکم ہے؟

الجواب

سوائے خطبہ کی اذان کے باقی پنجگانہ نمازوں کیلئے اذان کسی بلند جگہ پر کہنا افضل ہے اور مسجد سے خارج بہتر ہے اگرچہ مسجد میں بھی جائز ہے، چنانچہ خطبۂ جمعہ کی اذان مسجد میں پیش منبر ہونا، اس کی دلیل کافی ہے اور بلند جگہ پر ہونا اذان کا، اس لئے مشروع ہے کہ آواز دور تک پہنچ جاوے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں اذان پنجگانہ خارج عن المسجد ہوتی تھی اور وجہ یہی تھی کہ بلند جگہ پر کہنے کی وجہ سے بعض مکانات متصل مسجد کی چھت پر اذان ہوتی تھی۔ پس اس زمانہ خیر الازمنہ کے اس فعل سے خارج عن المسجد اذان پنجگانہ کا ہونا افضل معلوم ہوا۔ (۲)

(۱-۲) وینبغی أن یؤذن علی المئذنة أو خارج المسجد ولا یؤذن فی المسجد، کذا فی فتاویٰ قاضی خان، والسنة أن یؤذن فی موضع عالٍ یکون أسمع لجیرانه یرفع صوته. (عالمگیری کشوری، الباب الثانی فی الأذان: ۱/۵۴، ظفیر)
سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، باب الأذان فوق المنارة، رقم الحدیث: ۵۱۹. انیس

لیکن ممانعت مسجد میں اذان کہنے سے بھی نہیں ہے اور کوئی وجہ بھی ممانعت کی نہیں ہے کہ مسجد ذکر اللہ کے لئے بنائی گئی ہے، اور اذان بھی ذکر اللہ ہے۔

**قال اللّٰہ تعالٰی: ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ﴾ (الآیة) (۱) فقط**

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲/۱۰۰-۱۰۱)

## مسجد میں اذان جائز ہے یا نہیں:

سوال: اذان پنجگانہ وجمعہ کی اذان مسجد میں جائز ہے یا مکروہ؟

الجواب ــــــــــــــــ

کوئی اذان مسجد میں مکروہ نہیں ہے، خصوصاً اذان خطبۂ جمعہ مسجد میں خطیب کے سامنے مسنون ہے۔ (۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲/۸۴-۸۵)

## اندرون مسجد اذان دینا:

سوال: فتاویٰ قاضی خاں، تبیین الحقائق اور فتاویٰ عالمگیری وغیرہ کتب فقہ میں یہ عبارت ہے:

**”وینبغی أن یؤذن علی المئذنة أو خارج المسجد ولا یؤذن فی المسجد“. (فتاویٰ قاضی خان علٰی ھامش العالمگیریة: ۱/۷۸)**

تو کیا آج کل مسجد کے برآمدہ کی یا مسجد کے بغل کی کوٹھری میں اسپیکر سے جو اذان دیتے ہیں وہ مناسب نہیں ہے جبکہ اذان کا مقصد پوری طرح حاصل ہو رہا ہے کیا اسپیکر سے عین مسجد میں اذان دیجائے تو مکروہ ہے؟ تمام جوابات مفصل مدلل کتابوں کے حوالے سے ارقام کیا جائے ان مسائل میں یہاں ایک شخص نے آج کل ایک فتنہ کھڑا کر دیا ہے۔ یہ صاحب اپنے آپ کو شیخ الحدیث اور مفتی بھی بتاتے ہیں۔　　　(محمد ادریس (راجستھان))

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

**”وینبغی أن یؤذن علی المئذنة أو خارج المسجد ولا یؤذن فی المسجد“** کا ترجمہ عربی میں یہ ہے کہ!

**”یندب أن یؤذن علی المئذنة أو خارج المسجد ولا یؤذن ندباً فی المسجد“.**

---

(۱)　سورۃ البقرۃ: ۱۱٤۔

عالمگیری میں ہے: ”ولا یؤذن فی المسجد“.

اس کا منشا یہ ہے کہ اولیٰ کے خلاف ہے، یہ مطلب نہیں ہے کہ جائز نہیں۔ ظفیر

(۲)　ویؤذن ثانیاً بین یدیه أی الخطیب. (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۷۷۰)

اردو ترجمہ یہ ہے کہ بہتر یہ ہے کہ اذان میذنہ پر یا خارج مسجد دی جائے مسجد کے اندر اذان دینا مندوب وبہتر نہیں ہے۔
یعنی ''ینبغی'' کا معنیٰ ''یجب'' کے نہیں ہے اور نہ ''لایؤذن'' کے معنیٰ ''لایجوز'' کے ہیں، ورنہ دورِ صحابہ وتابعین میں کبھی کوئی اذان اندرون مسجد نہ دیجاتی، حالانکہ اذان خطبہ ہشام بن عبدالملک کے دور سے جو دور تابعی یقیناً اور دور صحابہ بھی فی معنی کہا جاسکتا ہے۔ برابر مسجد میں متوارث طور پر بلانکیر چلی آئی ہے۔(۱)
اور مسجد سے باہر میذنہ وغیرہ پر دینے کا اور مسجد کے اندر نہ دینے کا استحباب اس وجہ سے ہے کہ اذان میں جہاں تک ہوسکے آواز بلند کرنا اور دور تک پہنچانے کی سعی کرنا اور زیادہ سے زیادہ غائبین کو اعلام کرنا مطلوب شرعی ہے جیسا کہ ابوداؤد شریف وغیرہ صحاح ستہ وغیرہ کی احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کلمات اذان خواب میں عبداللہ بن زید کو فرشتہ نے بتلایا، مگر سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان حضرت بلالؓ سے ''انـه أندى صوتًا منک''. (۲) کہہ کر دلوائی اور اس ارشاد نبوت کی وجہ سے موذن کا جہر الصوت ہونا افضل کہا گیا اور کیوں اس لئے تاکہ دور تک آواز پہنچے اور اعلام کامل ہو اور اسی وجہ سے جب حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں مسلمان کثیر ہوگئے تو حضرت عثمان غنیؓ نے جو اذان زائد کہلوائی تو اس کو مقام زوراء جو ایک بلند مقام تھا کہلوائی اور تمام صحابہ کرام نے اس کے جواز پر اجماع کرلیا پس معلوم ہوا کہ میذنہ وغیرہ مقصود بالذات نہیں ہے اور نہ اندرون مسجد اذان کہنا ممنوع وناجائز ہے بلکہ یہ محض اسوجہ سے ہے کہ میذنہ وغیرہ سے اعلام غائبین کامل ہوگا اور اندرون مسجد سے اعلام غائبین ناقص ہوگا پس اب اس آلہ (لاؤڈ اسپیکر) کیوجہ سے یہ اکمال واہتمام بغیر میذنہ کے بھی ہوتا ہے اور اندرونِ مسجد سے بھی ہوتا ہے جبکہ مائک اوپر منارہ وغیرہ پر رکھدیا جائے لہذا اب یہ اعتراض کہ مائک باہر رہتے ہوئے بھی اندرونِ مسجد ممنوع ہے یا مکروہ ہے صحیح نہ ہوگا، بلکہ جس شکل میں اعلام غائبین اچھی طرح ہوگا اور آواز دور دور تک پہنچے گی وہ اولیٰ وافضل عندالشرع شمار ہوگی۔(۳)
کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور۔(منتخبات نظام الفتاویٰ: ۲۲۱/۱-۲۲۳)

---

(۱) ویؤذن ثانیاً بین یدیه أی علیٰ سبیل السنیة. (رد المحتار علی الدر المختار: ۳۸/۳)
وفی البحر: بذلک جری التوارث. (البحر الرائق: ۲۷٤/۲) مرتب)

(۲) سنن أبوداؤد: ۱۳۵/۱، کتاب الصلاة، باب کیف الأذان، رقم الحدیث: ٤۹۹، حدیث طویل ہے متعلقہ حصہ یہ ہے:
''فلـمـا أصبـحت أتیت رسول الله صلی الله علیه وسلم فأخبرته بما رأیت، فقال: إنها لرؤیا حق إن شاء الله فقم مع بلال فألق علیه ما رأیت فلیؤذن فإنه أندی صوتاً منک ...''الحدیث. مرتب

(۳) حالات کے اعتبار سے تبدیلی ہوتی رہی ہے۔

وقـال ابـن سـعد بالسند الیٰ أم زید بن ثابت: کان بیتی أطول بیت حول المسجد، فکان بلال یؤذن فوقه من أول مـا أذن إلـیٰ أن بـنـی رسول الله صلی الله علیه وسلم مسجده فکان یؤذن بعد علیٰ ظهر المسجد، وقد رفع له شئ فوق ظهره. (رد المحتار علی الدر المختار: ٥٤/۲) مرتب)

## مسجد کے اندر اذان دینا کیسا ہے:

سوال: حدودِ مسجد میں اذان دینا صحیح ہے یا نہیں؟ مسجد کے اوپر لاؤڈ اسپیکر ہو اور مسجد میں اذان دی جائے، ایسا کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اذان خطبہ کے علاوہ پنجگانہ نمازوں کے لئے اذان خارج مسجد کسی بلند جگہ پر دینا افضل اور بہتر ہے، اگرچہ مسجد میں بھی جائز ہے اور یہ افضلیت بھی اس لئے ہے تاکہ اذان جس کا مقصد اعلان ہے، اس کی آواز زیادہ سے زیادہ دور تک پہونچ جائے، اسی لئے فقہا تحریر فرماتے ہیں کہ اذان اونچی جگہ پر ہونی چاہئے۔ چنانچہ درمختار میں ہے:

**"(وهو سنة)للرجال في مكان عال".**(۱)

اور فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

**وينبغي أن يؤذّن على المئذنة أوخارج المسجد ولايؤذّن في المسجد كذا في فتاوىٰ قاضي خان. والسنة أن يؤذّن في موضع عال يكون أسمع لجيرانه ويرفع صوته.** (۲)

مذکورہ بالا عبارت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بہتر تو یہی ہے کہ اذان خارج مسجد اونچی جگہ پر ہو، لیکن اگر کسی وجہ سے مسجد ہی میں اذان دی جائے تو جائز ہے، عدم جواز کی کوئی وجہ اور دلیل نہیں ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر خارج مسجد کوئی ایسی جگہ نہ ہو، جہاں لاؤڈ اسپیکر کو بحفاظت رکھ کر اذان دی جا سکے تو اندرون مسجد اذان دینا جائز ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ خالد مظاہری۔ ۲۷/۲/۱۴۰۰ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۳۷/۲)

## مسجد میں اذان کا حکم:

سوال: ایک مسجد میں لاؤڈ اسپیکر کا انتظام ہے مگر اس کے لئے کوئی کمرہ مخصوص نہیں ہے، چنانچہ مسجد کے اندرونی حصہ میں اذان دی جاتی ہے تو کیا ایسا کرنا صحیح ہے یا پھر مسجد کے باہر والے حصہ میں ہی اذان دینا ضروری ہوگا؟

هــو المصــوب ــــــــــــ

مسجد کے اندرونی حصہ میں اذان دینا صحیح ہے، کراہت نہیں ہے۔ مقصد مسجد کے باہر سے اذان دینے کا زیادہ دور

---

(۱) الدر المختار على هامش ردالمحتار: ۴۸/۲۔

(۲) الفتاوىٰ الهندية: ۵۵/۱، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة

تک آواز پہنچانا ہے اور وہ یہاں مسجد کے اندر ہی حاصل ہوجاتا ہے اور اگر لاؤڈ اسپیکر کو باہر رکھیں گے تو چوری ہوجانے کا قوی اندیشہ ہے اور مسجد کے اندر وہ محفوظ ہے۔

تحریر: محمد طارق ندوی۔تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۳۷۶/۱)

## مسجد کے اندر اذان دینا:

سوال: بہشتی گوہر میں لکھا ہے کہ مسجد کے اندر اذان دینا مکروہ تنزیہی ہے، اور اس کی تشریح نہیں لکھی ہے، براہ کرم اس کی تشریح اور تفصیل سے آگاہ فرمائیں، کہ مکروہ ہونے کا کیا سبب ہے، بینوا توجروا

الجواب ــــــــــــــ باسم ملہم الصواب

بہشتی گوہر میں مسئلہ صحیح لکھا ہے مسجد میں اذان دینا خلاف اولیٰ ہے، کیونکہ اذان سے مقصد یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اس کا علم ہوجائے کہ جماعت قائم ہونے والی ہے اور ظاہر ہے کہ مسجد کے اندر اذان دینے سے آواز اتنی دور نہیں جاتی، جتنی مسجد سے باہر اونچی جگہ پر اذان دینے سے جاتی ہے.

**قال في الهندية: وينبغي أن يؤذن على المئذنة أوخارج المسجد ولايؤذن في المسجد كذا في فتاوىٰ قاضي خان. والسنة أن يؤذن في موضع عال يكون أسمع لجيرانه ويرفع صوته ولا يجهد نفسه كذا في البحر الرائق.** (الفتاوىٰ الهندية: ۵۵/۱)

**وفي الشامية تحت(قوله في مكان عال): في القنية: ويسن الأذان في موضع عال والإقامة على الأرض(إلىٰ قوله)وفي السراج: وينبغي للمؤذن أن يؤذن في موضع يكون أسمع للجيران و يرفع صوته ولايجهد نفسه لأنه يتضرر، آه .** (رد المحتار: ۳۵۷/۱)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ خارج مسجد اذان دینے سے مقصد صرف تبلیغ صوت ہے، چنانچہ جمعہ کی اذان ثانی کا اندرون مسجد ہی تعامل ہے، کیونکہ اس میں صرف حاضرین تک آواز پہنچانا مقصود ہے، آجکل عام طور پر لاؤڈ اسپیکر پر اذان ہوتی ہے؛ جس کی وجہ سے مسجد میں اذان دی جائے یا کسی دوسری نیچی جگہ پر رفع صوت بہرحال ہوجاتا ہے، اس لئے لاؤڈ اسپیکر پر مسجد کے اندر واذان دینے میں کسی قسم کی کوئی کراہت نہیں معلوم ہوتی۔ نیز قاضی خان کی عبارت مذکورہ میں "**على المأذنة أوخارج المسجد، على سبيل الترديد**" سے معلوم ہوا کہ اذان علی المأذنۃ کی صورت میں خارج مسجد کی ضرورت نہیں، بلکہ عام تعامل یہی ہے کہ مأذنہ فوق المسجد ہوتا ہے خارج مسجد نہیں ہوتا۔

**ويؤيده العبارات الآتية،قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ:**

**قلت: والظاهر أن هذا في مؤذن الحي أما من أذن لنفسه ولجماعة حاضرين فالظاهر أنه لايسن له المكان العالي لعدم الحاجة، تأمل.** (رد المحتار: ۳۵۷/۱)

وفی الهندية:ويكره الأذان قاعدًا وإن أذن لنفسه قاعدًا فلا بأس به.(الفتاوىٰ الهندية: ۱/ ۵۴)

وفی الشامية:وقال ابن سعد بالسند إلٰی أم زيد بن ثابت رضی اللّٰه تعالیٰ عنه :

كان بيتی أطول بيت حو ل المسجد فكان بلال يؤذن فوقه من أول ما أذن إلٰی أن بنی رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم مسجده فكان بعد يؤذن علی ظهر المسجد وقد رفع له شیء،فوق ظهره.(رد المحتار: ۱/ ۳۶۰)

شامیہ کی اس آخری عبارت سے خوب واضح ہوگیا کہ کراہۃ الاذان فی المسجد کی علت صرف عدم بلوغ صوت ہے ورنہ اگر نفس مسجد سے کراہت کا کوئی تعلق ہوتا تو ظہر المسجد پر بھی اذان مکروہ ہوتی، حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اسی پر عمل تھا، نیز جمعہ کی اذان ثانی بالاتفاق مسجد ہی میں مشروع ہے، اس سے بھی ثابت ہوا کہ دوسری اذانوں کے لئے خارج مسجد کا حکم محض تبلیغ صوت کے لئے ہے،

وفی إعلاء السنن:واعلم أن الأذان لايكره فی المسجد مطلقاً كما فهم بعضهم من بعض العبارات الفقهية وعمومه هذا الأذان (الأذان بين يدی الخطيب)بل مقيدًا بما إذاكان المقصود إعلام ناس غيرحاضرين (إلٰی قوله)فی الجلابی أنه يؤذن فی المسجد أوما فی حكمه لا فی البعيد عنه،قال الشيخ قوله فی المسجد صريح فی عدم كراهة الأذان فی داخل المسجد وإنما هو خلاف الأولٰی إذا مست الحاجة إلی الإعلان البالغ وهو المراد بالكراهة المنقولة فی بعض الكتب، فافهم.(إعلاء السنن:۸/ ۴۹)

البتہ مسجد کے اندر جہر مفرط بالخصوص مسقّف حصہ میں خلاف ادب معلوم ہوتا ہے۔(۱)اس لئے بہتر یہ ہے کہ لاؤڈ اسپیکر مسجد سے باہر رکھا جائے، اگر باہر کوئی انتظام بسہولت نہ ہوسکے،تو مسجد کے اندر بھی کوئی مضائقہ نہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۳/ربیع الاول ۱۳۹۶ھ۔(احسن الفتاویٰ:۲/ ۲۹۴-۲۹۵)

## محراب میں کھڑے ہوکر اذان دینا:

سوال: سوال یہ ہے کہ آج کل مسجدوں کے اندر پنج گانہ اذانیں ہورہی ہیں،بعض مساجد میں محراب کے اندر اور بعض میں محراب کے باہر یعنی پیش امام جہاں کھڑے ہوکر نماز پڑھاتا ہے،اس جگہ موذن اذان دیتا ہے، یعنی پیش طاق کے اندر ہی کھڑے ہوکر اذان دیتا ہے، کیا یہ درست ہے؟ اور محراب کے باہر یعنی پیش طاق جہاں پیش امام فرض نماز پڑھتا ہے،اس کے برابر میں لاؤڈ اسپیکر جو کہ امام کی حد سے آگے ہو، وہاں سے بھی اذان دینا درست ہے یا ممنوع ہے؟

(۱) عن عبيداللّٰه بن أبی جعفر قال:قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم:من أجاب داعی اللّٰه وأحسن عمارة مساجد اللّٰه كانت تحفته من اللّٰه الجنة فقيل يارسول اللّٰه ! ماحسن عمارة مساجداللّٰه ؟ قال:لايرفع فيهاصوت ولايتكلم فيها بالرفث.(الزهدوالرقاق لابن المبارک والزهد لنعيم بن حماد،باب فضل المشی إلی الصلاة (ح:۴۰۶)انيس)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ

جمعہ کی دوسری اذان تو خطیب کے سامنے مسجد میں مسنون ہے،(۱) اس کے علاوہ اذانوں کا مسجد سے باہر ہونا بہتر ہے اور مسجد میں ہونا جائز، مگر خلافِ اولیٰ ہے، محراب کے برابر جو جگہ لاؤڈ اسپیکر رکھنے کے لیے بنائی جاتی ہے، اگر اس کو مسجد میں شامل کرنے کی نیت نہیں کی گئی، تو اس میں اذان کہنا بلا کراہت درست ہے۔(۲)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۲۸۶/۳)

## مسجد میں اذان کس طرف سے دی جائے:

سوال: مسجد میں اذان دائیں جانب سے دینی چاہئے یا بائیں جانب سے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامدًا مصلیاً و مسلماً

اذان کے لئے مسجد کا دایاں بایاں دونوں حصہ شرعاً برابر ہے۔(۳) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبداللہ غفرلہ۔ ۱۴۱۵/۵/۶ھ / الجواب صحیح: محمد حنیف غفرلہ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۳۱۶/۲-۳۱۷)

## برآمدۂ مسجد میں اذان:

سوال: مسجد کے برآمدہ میں اذان دینا کیسا ہے؟ جائز ہے یا نہیں، جب کہ آواز پہنچنے میں کوئی کمی نہ ہو؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

اذان بلند آواز سے بلند جگہ پر کہی جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ دور تک آواز پہنچ جائے، کیونکہ جہاں تک آواز جائے گی وہاں تک کے حجر و مدر سب گواہی دیں گے۔(۴)

---

(۱) وإذا صعد الإمام المنبر جلس وأذّن المؤذّن بين يدى المنبر بذلك جرى التوارث. (فتح القدير: ۴۲۱/۱)

(۲) وينبغى أن يؤذن على المئذنة أو خارج المسجد ولا يؤذن فى المسجد كذا فى فتاوىٰ قاضيخان. والسنة أن يؤذن فى موضع عال يكون أسمع لجيرانه ويرفع صوته ولا يجهد نفسه كذا فى البحر، الخ. (الفتاوىٰ الهندية: ۵۵/۱، كتاب الصلاة، الباب الثانى فى الأذان، الفصل الثانى/ رد المحتار: ۳۸۴/۱)

(۳) كذا فى أحسن الفتاوىٰ، كتاب الصلاة، باب الأذان والإقامة: ۲۸۲/۲، زکریا، دیوبند

(۴) "عن عبد الرحمٰن بن أبى صعصعة الأنصارى ثم المازنى عن أبيه أنه أخبره أن أبا سعيد الخدرى رضى الله تعالىٰ عنه قال له: إنى أراك تحب الغنم والبادية، فإذا كنت فى غنمك أو باديتك، فأذنت للصلاة، فارفع صوتك بالنداء، فإنه لا يسمع مُدى صوت المؤذن جن لا أنس ولا شئ، إلا شهد له يوم القيامة". قال أبو سعيد: سمعته من رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم". (صحيح البخارى، كتاب الأذان، باب رفع الصوت بالنداء: ۸۵/۱، قديمى)

اذان کا مقصود اعلام غائبین ہے،(۱) اس لئے اس میں ایسی طرح اذان کہنا جس سے آواز وہیں گھٹ کر رہ جائے دور تک نہ پہنچ سکے، مکروہ ہے،(۲) اذان کوئی ایسا کام نہیں جو شان مسجد کے خلاف ہو اگر برآمدہ میں اذان کہنے سے بھی یہ مقصود حاصل ہو جائے تو وہاں بھی اذان درست ہے۔(۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند-۱۱/۱۱/۱۴۰۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۹۰/۵-۳۹۱)

## اذان جمعہ مسجد سے باہر دی جائے یا اندر:

سوال: اگر بیرونِ مسجد اذان جمعہ دی جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

مسجد کے اندر اور مسجد کے باہر اذان دینا برابر زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اب تک جاری ہے، خطبہ کی اذان مسجد میں ہوتی ہے۔(۴)

اور باقی نمازوں کی اذان مسجد سے باہر اور مسجد کے اندر جائز ہے اور منارہ پر اذان کا ہونا فقہا نے مشروع لکھا ہے اور ظاہر ہے کہ منارہ خارج از مسجد ہوتا ہے۔ اس کے لئے کسی دلیل کی حاجت نہیں ہے۔(۵) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۹۸/۲)

(۱) "الأذان هو لغة الإعلام، وشرعاً إعلام مخصوص". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۳۸۳/۱، سعيد)

"ومنها: أن يجهر بالأذان فيرفع به صوته؛ لأن المقصود وهو الإعلام يحصل به" (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان سنن المؤذن: ٦٤٢/١، دار الكتب العلمية)

(۲) "وكره أذان ... القاعد. (كنز الدقائق)

"وأما القاعد ... أطلقه، وهو مقيد بما إذا لم يؤذن لنفسه، فإن أذن لنفسه قاعدًا، فإنه لايكره لعدم الحاجة إلى الإعلام، ويفهم منه كراهته مضطجعاً بالأولىٰ". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الأذان: ٤٥٨/١، رشيدية)

(۳) "(...وهو سنة) للرجال في مكان عال". (الدر المختار)

وفي رد المحتار: وفي السراج: وينبغي للمؤذن أن يؤذن في موضع يكون أسمع للجيران، الخ". (كتاب الصلاة، باب الأذان: ٣٨٤/١، سعيد)

" قال ابن سعد بالسند إلىٰ أم زيد بن ثابت: كان بيتي أطول بيت حول المسجد، فكان بلال رضي الله تعالىٰ عنه يؤذن فوقه من أول ما أذن إلىٰ أن بنىٰ رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مسجده، فكان يؤذن بعد علىٰ ظهر المسجد، وقد رفع له شئ فوق ظهره". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ٣٨٧/١، سعيد)

"ويكره أن يؤذن في المسجد كما في القهستاني عن النظم، فإن لم يكن ثمة مكان مرتفع للأذان، يؤذن في فناء المسجد، كما في الفتح". (حاشية الطحطاوي علىٰ مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب الأذان، ص: ١٩٧، قديمي)

(۴) ويؤذن ثانياً بين يديه أي الخطيب. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب الجمعة: ٧٧٠/١)

وإذا جلس الإمام على المنبر أذن المؤذنون بين يديه الأذان الثاني للتوارث. (غنية المستملي: ٥٢٠)

(۵) وينبغي أن يؤذن على المئذنة أو خارج المسجد ولا يؤذن في المسجد. (الفتاوىٰ الهندية: ٥٢/١)

## جمعہ کی اذان دوم دروازۂ مسجد پر ہو یا کہاں:

سوال: سنن ابی داؤد کی وہ حدیث جس سے روزِ جمعہ اذان دوم دروازہ مسجد پر کہنا ثابت کیا جارہا ہے، وہ صحیح ہے یا ضعیف یا کیا درجہ رکھتی ہے؟

الجواب

اذان دوم جمعہ منبر کے پاس خطیب کے سامنے ہونا مسنون ہے۔

درمختار میں ہے:

**ویؤذن ثانیاً بین یدیہ أی الخطیب، الخ، إذا جلس علی المنبر، قولہ: ویؤذن ثانیاً بین یدیہ، الخ.** (۱)

**أی علیٰ سبیل السنة.** (۲)

پس حنفیہ کے لئے یہ حجت کافی ہے اور حدیث ابوداؤد کے متعلق بحث اور تفصیل مطولات میں ہے، مقلدین کو اس کی تحقیق کی ضرورت نہیں ہے، کتب فقہ کے موافق مسائل پر عمل کرنا چاہئے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۲۴/۲)

## جمعہ میں اذان ثانی اور اس کی جگہ:

سوال (الف): جمعہ کی اذان ثانی خطیب کے سامنے ممبر کے قریب مسجد کے اندر دی جانی چاہئے، یا مسجد کے باہر کے حصہ میں؟ اکثر لوگ مسجد کے اندر خطیب کے سامنے دیتے ہیں، یہ کس حد تک درست ہے؟

(ب) جمعہ کی اذان ثانی دینے کا حکم کس کے زمانے سے ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے ہے، یا بعد میں شروع ہوا؟ (قادر خان نصیر، دھرم آباد)

الجواب

(الف) خطبہ کے وقت جو اذان دی جاتی ہے، فقہا نے اس کے بارے میں یہی لکھا ہے کہ خطیب کے سامنے دی جائے۔

**"فإذا جلس علی المنبر أذّن بین یدیہ".** (۳)

اس لئے اذانِ خطبہ کا جو مروّجہ طریقہ ہے وہ غلط نہیں۔

---

(۱-۲) الدر المختار علیٰ ہامش ردالمحتار، باب الجمعة: ۷۷۰/۱، ظفیر

(۳) کنز الدقائق مع البحر الرائق: ۱۵۷/۲۔

(ب) رسول اللہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یہ اذان نہیں تھی، سائب بن یزید سے مروی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں انہی کے حکم سے اس اذان کا سلسلہ شروع ہوا۔(۱) اس زمانہ میں اکابر صحابہ رضی اللہ عنہ حیات سے تھے اور انہوں نے اس پر کوئی نکیر نہیں فرمائی، بلکہ اس سلسلہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد بھی جاری وساری رکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے طریقہ کے ساتھ خلفاء راشدین کے طریقہ کو اختیار کرنے کا حکم فرمایا ہے۔(۲)

اس لئے یہ دوسری اذان بھی سنت ہی میں داخل ہے اور امت کا اتفاقی عمل ہے۔(۳) (کتاب الفتاویٰ:۲/۱۴۱-۱۴۲)

## جمعہ کی اذان ثانی کا صحیح محل:

سوال (۱) جمعہ کے روز اذان ثانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مسجد کے اندر منبر کے نزدیک ہوتی تھی یا مسجد کے باہر دروازے پر ہوتی تھی۔

(۲) حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں کہاں ہوتی تھی کیا یہ صحیح ہے کہ ہشام بن عبدالملک سے پہلے تک اذان ثانی

(۱) صحیح البخاری، حدیث نمبر:۹۱۵۔

عن السائب بن يزيدقال: كان النداء يوم الجمعة أوله إذاجلس الإمام على المنبرعلى عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبي بكروعمررضى الله عنهمافلماكان عثمان رضى الله عنه وكثر الناس زادالنداء الثالث على الزوراء. قال ابوعبدالله: موضع بالسوق بالمدينة. (الصحيح للبخارى، باب الأذان يوم الجمعة (ح:۹۱۲)انيس)

(۲) دیکھئے: الجامع للترمذی، حدیث نمبر:۲۶۷۶، باب ماجاء في الأخذ بالسنة واجتناب البدع، سنن ابن ماجة، حدیث نمبر:۳۴-۳۵، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين المهديين. محشی

عن عرباض بن سارية قال: صلى بنارسول الله صلى الله عليه وسلم الفجر، ثم أقبل علينافوعظناموعظة بليغة ذرفت لها الأعين ووجلت منهاالقلوب قلنا أوقالوايارسول الله! كأن هذه موعظة مودع، فأوصينا. قال: أوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة وإن كان عبداً حبشياً فإنه من يعيش منكم يرى بعدى اختلافاً كثيراً، فعليكم بسنتى وسنةالخلفاء الراشدين المهديين وعضواعليها بالنواجذوإياكم ومحدثات الأمورفإن كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة. (مسند الإمام أحمد، مسندعرباض بن سارية (ح: ۱۷۱٤٤-۱۷۱٤٥)/سنن الدارمى، باب اتباع السنة (ح: ۹٦)/سنن ابن ماجة، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين (ح: ٤۲)/سنن أبي داؤد، باب فى لزوم السنة (ح: ٤٦۰۷)/سنن الترمذى، باب ماجاء فى الأخذبالسنةواجتناب البدع (ح: ۲٦۷٦)/السنة لابن أبي عاصم، باب مأأمربه من اتباع السنة (ح: ٥٤)انيس)

(۳) چنانچہ فقہاء اربعہ نے متفقہ طور پر اسے خطبہ کی سنت سمجھا ہے۔ دیکھئے: الموسوعة الفقهية: ۱۸۱/۱۹، مادہ: خطبۃ، ط: کویت، محشی

تنقسم هذه السنن إلى سنن متفق عليهاومختلف فيها، أماالسنن المتفق عليهافهى: ... (٤) الأذان بين يدى الخطيب إذاجلس على المنبر. (الموسوعة الفقهية الكويتية، سننها: ۱۸۱/۱۹. انيس)

مسجد کے باہر دروازے پر ہوتی تھی اور ہشام بن عبدالملک نے اذان ثانی کو مسجد کے اندر منبر کے نزدیک منتقل کیا جیسا کہ ابن الحاج مالکی نے المدخل (۲/۲۱۲) میں لکھا ہے اور مولانا عبدالحئی لکھنوی نے حاشیہ وقایہ (۱/۲۰۲) میں اس کو صحیح تسلیم کیا ہے، کیا ابن الحاج کا بیان صحیح ہے؟

(۳)　ہندوستان میں مولانا احمد رضا وغیرہ کے اختلافات اٹھانے سے قبل تک اذان ثانی کے سلسلہ میں تمام بلاد عرب وعجم میں مسلمانوں کا ایک تعامل رہا ہے۔　　(محمد ادریس (راجستھان)

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

(۱)　منبر کے سامنے مسجد کے دروازہ پر ہوتی تھی۔(۱)

(۲و۳)　حضرت عثمان غنیؓ کے شروع دور خلافت تک یہی طریقہ رہا پھر جب لوگ زیادہ ہوگئے تو حضرت عثمانؓ نے ایک اور اذان کا (اعلام غائب کے لئے) مقام زوراء پر شروع فرمایا۔(۲) اور یہ طریقہ ہشام بن عبدالملک تک چلتا رہا کہ یہ اذان مقام زوراء پر ہوتی رہی پھر ہشام بن عبدالملک نے اس اذان کو جو عندالخطبہ باب مسجد پر دیجاتی تھی منبر کے قریب شروع کرادی چونکہ ہشام بن عبدالملک کا دور خیر القرون ہے۔(۳)

اس لئے اس کو بدعت یا گمراہی یا خلاف شرع نہیں کہہ سکتے، کیوں کہ اس دور خیر القرون سے اب تک بلا اختلاف یہ اذان اندرون مسجد بین یدی المنبر یا بین یدی الامام ہوتی چلی آرہی ہے اور یہ تواتر عملی ہے۔

مولوی احمد رضا خان صاحب کے اختلاف سے اس تواتر میں کچھ قباحت وخرابی نہ آئے گی، بلکہ اس تواتر عملی جو اجماعی درجہ میں قریب تر پہنچ چکا تھا، اس کی مخالفت کی قباحت خود مولوی احمد رضا خان صاحب پر عائد ہوگئی۔(۴) فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور۔(منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱/۲۲۱-۲۲۳)

---

(۱)　أبوداؤد، باب النداء یوم الجمعة (حدیث: ۱۰۸۸) عن السائب بن یزید قال: کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا جلس علی المنبر یوم الجمعة علی باب المسجد، وأبی بکر و عمر، ثم ساق نحو حدیث یونس، اوروہ حدیث نمبر: ۱۰۸۷، ہے، مرتب)

(۲)　فلما کان خلافة عثمان وکثر الناس أمر عثمان یوم الجمعة بالأذان الثالث فأذن به علی الزوراء، فثبت الأمر علی ذلک. (أبوداؤد، حدیث ۱۰۸۷، نیز صحیح البخاری مع فتح الباری: ۲/۳۹۳ حدیث ۹۱۲-۹۱۳)

(۳)　ہشام بن عبدالملک کی وفات ۱۲۵ھ میں ہے، اور وہ ۱۰۵ھ میں خلیفہ مقرر ہوا تھا۔(البدایة و النهایة: ۸/۳۹۹، مرتب)

(۴)　وإذا صعد الإمام المنبر جلس وأذن المؤذنون بین یدی المنبر بذلک جری التوارث ولم یکن علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم إلا هذا الأذان. (الهدایة: ۱/۱۵۱، باب صلاة الجمعة، مرتب)

## جمعہ کی اذان ثانی کا مقام:

سوال: جمعہ کے دن اذان ثانی مسجد کے اندر ہونی چاہئے یا باہر؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اذان ایک اعلان ہے اور اعلان باہر ہی کیا جاتا ہے اندر نہیں۔ لہذا اذان باہر ہی دی جائے یا اندر دی جائے؟ خطبۂ ثانی کی اذان کب سے جاری کی گئی اور کیوں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

جمعہ کی اذان ثانی جو خطبہ سے قبل ہوتی ہے، وہ ابتداء اسلام سے یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے زمانہ سے ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ کرامؓ دینی امور میں سبقت کرنے والے تھے، ان کو خدا کے وعدے کا سچا یقین تھا اور اس پر کامل ایمان تھا، جمعہ کی فضیلتوں کے پیش نظر صحابۂ کرام جلد سے جلد قبل از وقت ہی مسجد میں پہونچ کر ذکر واذکار اور تلاوت قرآن میں مشغول رہتے ہوئے جمعہ کا انتظار فرمایا کرتے تھے، چونکہ حاضرین ذکر وغیرہ میں مشغول رہتے تھے، نیز تمام لوگ مسجد ہی میں موجود رہتے تھے۔ اس لئے ان حضرات کی اطلاع اور خطبہ کی طرف توجہ کرنے کے لئے یہ اذان دی جاتی تھی۔ تمام لوگ چونکہ مسجد ہی میں رہتے تھے، اس لئے باہر اذان دینے کا کوئی سوال ہی نہیں تھا، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بھی ایسا ہی ہوتا رہا، جب حضرت عثمانؓ کا زمانہ آیا تو لوگوں میں امور دینیہ میں تساہل پیدا ہو چکا تھا، لوگ جمعہ میں بھی قبل از وقت مساجد نہیں پہونچتے تھے، جس کے نتیجے میں لوگوں کی نمازیں قضا ہو جاتی تھیں۔ ان حالات میں حضرت عثمانؓ نے اذان ثانی کو تو اسی طریقہ پر قائم رکھا، البتہ لوگوں کی آگاہی اور اطلاع کے لئے اذان اول کا اضافہ فرما دیا تھا، جو بیرون مسجد ہوا کرتی تھی، اس لئے اذان ثانی جو مسجد میں موجود لوگوں کی توجہ خطبہ کی طرف مبذول کرانے کے لئے ہے، اسے تو اندرون مسجد ہی ہونا چاہئے، البتہ اذان اول خارج مسجد بآواز بلند ہونی چاہئے، تاکہ تمام لوگوں کو نماز کے وقت کی اطلاع ہو جائے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ خالد مظاہری۔ ۳/۷/۱۴۰۰ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۳۷۳/۲-۳۷۴)

---

(۱) قال في شرح المنية: واختلفوا في المراد بالأذان الأول: فقيل الأول، باعتبار المشروعية وهو الذي بين يدي المنبر لأنه الذي كان أول في زمنه عليه الصلاة والسلام وزمن أبي بكر وعمر حتى أحدث عثمان الأذان الثاني على الزوراء حين كثر الناس والأصح أنه الأول باعتبار الوقت، وهو الذي يكون على المنارة بعد الزوال، اهـ". (رد المحتار، باب الجمعة: ۳۸/۳)

عن السائب بن يزيد قال: كان النداء يوم الجمعة أوله إذا جلس الإمام على المنبر ... الخ. (الصحيح للبخاري، باب الأذان يوم الجمعة (ح: ۹۱۲) / سنن أبي داؤد، باب النداء يوم الجمعة (ح: ۱۰۸۷) / سنن الترمذي، باب ماجاء في أذان الجمعة (ح: ۵۱۶) انيس)

## جمعہ کی اذان ثانی کہاں پر دی جائے:

سوال: جمعہ کے خطبہ کی اذان کا صحیح مقام کیا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں بحوالہ کتب لکھیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ و باللّٰہ التوفیق

اذان جمعہ شروع میں صرف ایک تھی، جو خطبہ کے وقت امام کے سامنے کہی جاتی تھی، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پھر حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں ایسا ہی رہا اور اسی پر عمل ہوتا رہا۔ حضرت عثمان غنیؓ کے زمانہ میں جب مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہوگئی اور لوگ اطراف مدینہ میں پھیل گئے تو امام کے سامنے خطبہ والی اذان دور تک سنائی نہیں دیتی تھی تو حضرت عثمان غنیؓ نے ایک اور اذان مسجد سے باہر مکان زوراء پر شروع کرائی، جس کی آواز پورے مدینہ میں پہنچنے لگی، صحابۂ کرام میں سے کسی نے بھی اس پر اعتراض نہیں کیا، اس لئے یہ اذان باجماع صحابہ مشروع ہوئی اور اذان جمعہ کے بعد بیع وشراء اور دیگر مشاغل کے حرام ہوجانے کا حکم جو پہلے اذان خطبہ کے بعد ہوتا تھا، اب پہلی اذان کے بعد سے ہوگیا، تمام حدیث اور تفسیر اور فقہ کی کتابوں میں پوری تفصیل موجود ہے۔(۱)

پھر یہ ہے کہ دوسری اذان کا مقصد جو خطیب کے سامنے کہی جاتی ہے اور اسی طرح اقامت جو نماز کے وقت کہی جاتی ہے، یہ دونوں خاص حاضرین کے لئے ہیں، ان کا مسجد میں کہنا ہرگز مکروہ نہیں ہے۔

مراقی الفلاح میں ہے:

**(والأذان بين يديه) جرى به التوارث (كالإقامة) بعد الخطبة.** (باب الجمعة: ۲۸۰)

اس عبارت میں دوسری اذان کو جو بوقت خطبہ منبر کے پاس خطیب کے سامنے دی جاتی ہے، اس کو اقامت کے مانند قرار دیا ہے اور ظاہری بات ہے کہ اقامت مسجد کے اندر ہی کہی جاتی ہے اور یہی وہ عمل ہے، جس پر متوارثاً عمل جاری ہے، سلف وخلف کا یہی معمول اور طریقہ چلا آرہا ہے، جس کی طرف "جرى به التوارث" سے اشارہ کیا ہے۔

(۱) عن السائب بن يزيد رضي الله عنه أنه قال: إن الأذان يوم الجمعة كان أوله حين يجلس الإمام يوم الجمعة على المنبر في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبي بكر وعمر رضي الله عنهما، فلما كان في خلافة عثمان رضي الله عنه و كثروا، أمر عثمان يوم الجمعة بالأذان الثاني فأذن على الزوراء فثبت الأمر على ذلك. (صحيح البخاري، كتاب الجمعة (ح: ۹۱۲-۹۱۳-۹۱۵-۹۱۶)/ سنن الترمذي، كتاب الجمعة (ح: ۵۱۶)/ سنن النسائي، كتاب الجمعة (ح: ۱۳۹۲)/ سنن أبي داؤد، كتاب الصلوٰة (ح: ۱۰۸۷) انيس)

"قال في شرح المنية: واختلفوا في المراد بالأذان الأول: فقيل الأول، باعتبار المشروعية وهو الذي بين يدي المنبر لأنه الذي كان أول في زمنه عليه الصلاة والسلام وزمن أبي بكر وعمر حتى أحدث عثمان الأذان الثاني على الزوراء حين كثر الناس والأصح أنه الأول باعتبار الوقت، هو الذي يكون على المنارة بعد الزوال، اهـ". (رد المحتار، باب الجمعة: ۳/۳۸)

فقہ وفتاویٰ کی مشہور کتاب ''درمختار'' میں ہے:

''(ویؤذّن)ثانیًا(بین یدیه)أی الخطیب ... (إذا جلس علی المنبر)''.(الدرالمختارعلیٰ صدر رد المحتار،باب الجمعة:۳۸/۳-۳۹)

اور حضرت علامہ شامی لکھتے ہیں:

''أی علیٰ سبیل السنیة''.(ردالمحتار،باب الجمعة:۳۸/۳)

اور ہدایہ میں ہے:

وإذا صعد الإمام المنبرجلس وأذّن المؤذن بین یدی المنبربذلک جری التوارث.(الهداية:۱۴۸/۱)

وكان الطحاوی يقول:المعتبرهوالأذان عند المنبربعد خروج الإمام فإنه هوالأصل الذی كان للجمعة علیٰ عهد رسول الله صلی الله عليه وسلم وكذلک فی عهد أبی بكروعمروهو اختيارشيخ الإسلام.(فتح القدير:۶۹/۲)

وإذا جلس الإمام علی المنبر أذّن المؤذّن بين يديه الأذان الثانی للتوارث.(كبيری:۵۶۱)

لہذا خطبہ کی اذان مسجد کے اندر خطیب کے سامنے دی جائے، یہی سنت کے مطابق ہے، جس پر وراثةً عمل جاری ہے، اس کو مکروہ نہیں کہا جاسکتا ہے، فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

سہیل احمد قاسمی-۲۱/رجب ۱۴۱۴ھ-(فتاویٰ امارت شرعیہ:۳۷۴/۲-۳۷۶)

## اذان خطبہ کہاں دی جائے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جمعہ میں خطبہ سے قبل جو اذان دی جاتی ہے اس کے لئے جگہ کی کوئی قید ہے یا نہیں، یا جہاں بھی دی جائے؟ بینوا توجروا۔　(المستفتی:عبدالوہاب زڑہ میانہ نوشہرہ)

الجواب

اس اذان کو داخل مسجد دینا چاہئے نیز بین یدی المنبر اور نزدیک کے دینا چاہئے-والتفصیل فی إمداد الفتاویٰ:۱/۴۹-۴۹(۱)وهو الموفق(فتاویٰ فریدیہ:۲/۲۱۰-۲۱۱)

(۱) قال الشيخ أشرف علی التهانوی رحمه الله:

" اکثر کتب کی عبارت تو محتمل وجہین کو ہے، مگر جامع الرموز کی عبارت صریح ہے، قرب متبادر ومحاذات میں۔

وهوهذه بين يديه أی بين الجهتين المسامتين يمين المنبر أوالإمام ويساره قريباً منه وسطهما بالسكون فيشمل ما إذا أذن فی زاوية قائمة أوحادة أومنفرجة حادثة من خارجين خطين من هاتين الجهتين،قلت تحدث القائمة إذا كان المؤذن حذاء وسط المنبربالحركة والمنفرجة والحادة إذاكان فی غيرحذائه. (إمداد الفتاویٰ،باب صلاة الجمعة و العيدين:۴۷۴/۱)

## ''اذان کس جگہ دی جائے؟'' پر علمی بحث:

سوال: ایک سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا ہے کہ مسجد میں اذان دینا مکروہ تنزیہی ہے اور آپ نے جواب کے اخیر میں فرمایا ہے:

''ہاں! جمعہ کی دوسری اذان اس سے مستثنیٰ ہے، کہ وہ خطیب کے سامنے مسجد میں ہوتی ہے''۔

اس خط کے ذریعہ آپ سے یہ دردمندانہ اپیل ہے کہ آپ بلاتحقیق شرعی کبھی فتویٰ دینے کی کوشش نہ فرمائیں، اس لیے کہ آپ نے اذان کو مسجد میں مکروہ تنزیہی لکھ دیا ہے، حالانکہ تنزیہی کی تصریح تو کسی بھی فقہ کی معتبر کتاب میں نہیں ہے، ہاں! کراہیت کے الفاظ ہیں اور آپ نے کراہیت کا مشہور قاعدہ تو از بر کیا ہی ہوگا کہ احناف کے نزدیک مطلق کراہیت سے کراہیت تحریمی مراد ہوتی ہے، نہ کہ تنزیہی، ہاں! شوافع کے نزدیک تنزیہی ہوتی ہے۔ چنانچہ علامہ عبدالغنی نابلسی ''حدیقہ نادیہ'' میں رقم طراز ہیں:

**''الكراهية عند الشافعية إذا أطلقت تنصرف إلى التنزيهية لا التحريمية بخلاف مذهبنا''.** (۱)

ترجمہ: ''کراہیت کا لفظ جب مطلق بولا جائے، تو شافعیہ کے نزدیک اس سے کراہیت تنزیہی مراد ہوتی ہے، نہ کہ تحریمی، بخلاف ہمارے مذہب کے (کہ ہمارے یہاں مطلق کراہت سے کراہت تحریمی مراد ہوتی ہے)''۔

کیا آپ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ تنزیہی کا ارتکاب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بیان جواز کے لیے بھی کیا کرتے تھے ،مگر اذان آپ نے کبھی بھی مسجد کے اندر نہ دلوائی، اور نہ ہی خلفائے راشدین کے زمانے میں کبھی ایسا ہوا، پھر اس پر مستزاد یہ کہ آپ نے اذان ثانی کو مسجد میں دینا کراہیت تنزیہی سے بھی مستثنیٰ کر دیا، اگر آپ نے **بین یدی** کے الفاظ سے یہ سمجھا ہے، تو آپ غلطی پر ہیں، اس لیے کہ **بین یدی** کا معنی ہیں ''سامنے'' نہ کہ ''بیچ میں''، یا پھر خطیب سے ایک فٹ کے فاصلے پر کھڑے ہو کر اس کے منہ میں منہ ڈالا جائے، جب مسجد میں علی الاطلاق اذان کی کراہیت ہے، تو آپ نے کس قرینے سے اذان ثانی کو مستثنیٰ قرار دیا؟ میں آپ کو بتاؤں کہ **بین یدی** بھی ہونا صرف احناف ہی کے نزدیک سنت ہے، ورنہ مالکی تو اس کو بھی بدعت کہتے ہیں۔ چنانچہ علامہ خلیل بن اسحاق مالکی نے فرمایا ہے:

**''اختلف أهل النقل هل كان يؤذّن بين يديه صلى الله عليه وسلم أوعلى المنار؟ الذى نقله أصحابنا أنه كان على المنار''.** (۲)

ترجمہ: ''اہل نقل کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا اذان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوتی تھی یا منارہ پر؟ جس بات کو ہمارے اصحاب (یعنی مالکیہ) نے نقل کیا ہے، وہ یہ کہ اذان منارہ پر ہوتی تھی''۔

---

(۱) وتصريح الحنفية بالكراهة على سبيل الإطلاق ينصرف إلى الكراهة التحريمية وفاعل المكروه تحريماً عندهم يستحق العقاب، كفاعل الحرام، كما أن كتب الشافعية التى روت عن بعض الأصحاب القول بالكراهة قد قالوا عنه: ليش بشيء. (الموسوعة الفقهية الكويتية، الحكمة فى تحريم الإحتكار: ۹۱/۲. انيس)

(۲) التوضيح فى شرح مختصر ابن الحاجب، صلاة الجمعة: ۶۶/۲. انيس

علامہ یوسف بن سعید ثقفی مالکی حاشیہ جواہر ذکیہ میں فرماتے ہیں:

**"الأذان الثانی کان علی المنارفی الزمن القدیم وعلیه أهل المغرب إلی الآن وفعلیه بین یدی الإمام مکروه** ............". (۱)

ترجمہ: ''زمانۂ قدیم میں اذان ثانی منارہ پر ہوتی تھی اور اہل مغرب کا عمل آج تک اسی پر ہے، اور امام کے آگے اذان دینا مکروہ ہے''۔

بہرصورت! میں تفصیلی دلائل کی جانب جانا نہیں چاہتا، اس لیے تاکہ آپ میرا مسودہ ردّی کے ٹوکرے کا سامان نہ بنائیں، از راہِ کرم آپ مذکورہ دلائل کی روشنی میں اس حقیت ثابتہ کو مان گئے ہیں کہ واقعی ہر اذان مسجد میں عندالاحناف مکروہ تحریمی ہے، تو آپ اپنا اعتذار قارئین کے سامنے پیش فرمائیں، ورنہ (مجھے احقاق حق مقصود ہے) بصورت دیگر آپ میرے سوالات کا اطمینان بخش جواب عطا فرمائیں؟

الجواب

اول چند روایات نقل کرتا ہوں:

۱۔ فتاویٰ عالمگیری (ج:۱، ص:۵۵) میں فتاویٰ قاضی خان نے نقل کیا ہے:

**"وینبغی أن یؤذّن علی المئذنة أوخارج السمجد ولا یؤذن فی المسجد".**

ترجمہ: ''اور مناسب یہ ہے کہ اذان ماذنہ پر دی جائے، یا مسجد سے باہر دی جائے اور مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے''۔

۲۔ ہدایہ میں ہے۔

**"وإذا صعد الإمام المنبرجلس وأذّن بین یدی المنبربذلک جری التوارث".**(فتح القدیر: ۴۲۱/۱)

ترجمہ: اور جب امام منبر پر بیٹھ جائے، تو موذن منبر کے آگے اذان دیں، مسلمانوں کا تعامل اسی کے مطابق چلا آیا ہے''۔

۳۔ فتح الباری شرح بخاری میں ہے:

**"قال المهلب: الحکمة فی جعل الأذان فی هذا المحل لیعرف الناس بجلوس الإمام علی المنبر فینصتون له إذا خطب، کذا قال وفیه نظر، فإن فی سیاق ابن اسحاق عند الطبرانی وغیره عن الزهری فی هٰذا الحدیث أن بلالاً کان یؤذّن علٰی باب المسجد فالظاهر أنه کان لمطلق الإعلام لا لخصوص الإنصات نعم لما زید الأذان الأوّل کان للإعلام، وکان الذی بین یدی الخطیب للإنصات".** (۲)

(۱) کذافی الفواکه الدوانی علی رسالة ابن أبی زیدالقیروانی، البیع والشراء وقت صلاة الجمعة: ۲۵۸/۱. انیس

(۲) فتح الباری لابن حجر، باب الأذان یوم الجمعة: ۳۹۴/۲، الکوثر المعانی الدراری فی کشف خبایاصحیح البخاری، الحدیث الخامس والثلاثون: ۹۳/۱۰. انیس

ترجمہ: مہلب کہتے ہیں: اس جگہ (یعنی منبر کے آگے) اذان کہنے میں یہ حکمت ہے کہ لوگوں کو امام کا منبر پر بیٹھنا معلوم ہو جائے، پس جب وہ خطبہ شروع کرے، تو خطبہ کے لیے خاموشی اختیار کریں، مہلب کے اس قول میں نظر ہے، اس لیے کہ اس حدیث میں طبرانی وغیرہ کی روایت میں ابن اسحاق نے زہری سے نقل کیا ہے کہ: ''بلال مسجد کے دروازہ پر اذان دیا کرتے تھے'' پس ظاہر یہ ہے کہ یہ اذان مطلقاً اعلان کے لیے ہوئی محض لوگوں کو خاموش کرانے کے لیے نہیں، ہاں! جب پہلی اذان کا اضافہ کیا گیا، تو پہلی اذان اطلاع عام کے لیے تھی، اور جو اذان خطیب کے آگے ہوتی ہے، وہ خاموش کرانے کے لیے ہوتی ہے''۔

پہلی روایت سے معلوم ہوا کہ اذان کا منارہ پر یا مسجد سے باہر ہونا مناسب ہے، مسجد کے اندر اذان دینا مناسب نہیں، اور یہی مفہوم ہے کراہت تنزیہی کا، کیوں کہ کراہت تحریمی کو ''لا ینبغی'' (مناسب نہیں) کے لفظ سے تعبیر نہیں کیا جاتا، بلکہ ''لایجوز'' (یعنی جائز نہیں) کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جن فقہا کی عبارت میں صرف مکروہ کا لفظ آیا ہے، ان کی مراد بھی یہی ''لاینبغی'' (مناسب نہیں) والی کراہت ہے، کراہت تحریمی مراد نہیں۔

اور یہ قاعدہ اپنی جگہ صحیح ہے کہ مکروہ کا لفظ جب مطلق ذکر کیا جائے، تو اس سے مکروہ تحریمی مراد ہوتا ہے، لیکن یہ قاعدہ عام نہیں ہے، بلکہ بسا اوقات مکروہ کا لفظ مکروہ تنزیہی کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے، اس لیے جہاں مکروہ کا لفظ مطلق ذکر کیا جائے، وہاں قرائن ودلائل میں غور کرکے یہ دیکھنا ہوگا کہ یہاں مکروہ تحریمی مراد ہے یا مکروہ تنزیہی؟ جیسا کہ مکروہاتِ صلوٰۃ کے آغاز میں شیخ ابن نجیمؒ نے البحر الرائق میں اور علامہ شامیؒ نے ردالمحتار میں ذکر کیا ہے۔

(دیکھئے! البحر الرائق: ۲۰/۲ (۱)، رد المحتار: ۶۳۹/۱)

مسجد میں اذان دینے کے بارے میں کتاب الاصل (مبسوط) میں امام محمد رحمہ اللہ کی تصریح حسب ذیل ہے:

**''قلت: أرأيت المؤذن إذا لم يكن له منارة والمسجد صغير أين أحب إليک أن يؤذّن؟ قال: أحب ذلک إلى أن يؤذّن خارجاً من المسجد وإذا أذّن في المسجد أجزأه''.** (كتاب الأصل: ۱۴۱/۱)

ترجمہ: ''میں نے کہا: یہ فرمایئے کہ جب مؤذن کے لیے منارہ نہ ہو اور مسجد چھوٹی ہو، تو آپ کے نزدیک کس جگہ اذان دینا بہتر ہوگا؟ (کیا وہ مسجد سے باہر نکل کر اذان دے، تاکہ لوگ سنیں یا مسجد میں اذان دے؟) فرمایا: میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ مسجد سے باہر اذان کہے، اور مسجد میں اذان دے دی جائے، تب بھی اس کو کفایت کرے گی''۔

حضرت امام محمد رحمہ اللہ کی اس تصریح سے ثابت ہوا کہ مسجد میں اذان دینا بہتر نہیں، لیکن اگر دے دی جائے، تب بھی کوئی مضائقہ نہیں۔

---

(۱) المكروه في هٰذا الباب نوعان: أحدهما ما كره تحريماً وهو المحل عند إطلاقهم الكراهة كما ذكره في فتح القدير... ثانيهما: المكروه تنزيهاً ومرجعه إلى ما تركه أولٰى وكثيراً ما يطلقونه كما ذكره العلاّمة الحلبي في مسئلة مسح العرق فحينئذٍ إذا ذكروا مكروهاً فلا بد من النظر في دليله فإن كان نهياً ظنياً يحكم بكراهة التحريم، الخ. (البحر الرائق، العبث بالثوب والبدن في الصلاة: ۲۰/۲)

دوسری روایت سے معلوم ہوا کہ جمعہ کی دوسری اذان منبر کے سامنے ہوتی ہے، اورامت کا تعامل اسی پر چلا آتا ہے ،فقہا اس منبر کی اذان کو مختلف تعبیرات سے ذکر کرتے ہیں، کبھی ’’خطیب کے آگے‘‘ کے لفظ سے، کبھی ’’منبر کے پاس، اس کے قریب‘‘ کے لفظ سے، اور کبھی ’’منبر پر‘‘ کے لفظ سے، ان تمام تعبیرات سے بشرطِ فہم وانصاف یہی سمجھا جاتا ہے کہ جمعہ کی دوسری اذان منبر کے پاس داخل مسجد ہو۔

تیسری روایت سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے زمانے میں دوسری نمازوں کی طرح جمعہ کی بھی ایک ہی اذان ہوتی تھی، چونکہ اس سے بیک وقت دو مقصد تھے، ایک تو مسجد سے باہر کے لوگوں کو وقت نماز کی اطلاع دینا، دوسرے حاضرین مسجد کو خطبہ شروع ہونے کی اطلاع دینا، تاکہ وہ خاموش ہوکر خطبہ کی طرف متوجہ ہوجائیں، اس لیے دونوں پہلوؤں کی رعایت کرتے ہوئے یہ اذان مسجد کے دروازے پر کہلائی جاتی تھی، خلیفہ راشد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں پہلی اذان کا اضافہ ہوا جو زوراء پر ہوتی تھی، اور دوسری اذان صرف خطبہ کے لیے مخصوص ہوگئی، جو منبر کے پاس کہی جانے لگی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صاحب ہدایہ اور دیگر فقہا نے جس توارث کا حوالہ دیا ہے، اس سے وہ توارث قدیم مراد ہے جو دور عثمانی سے چلا آرہا ہے، کیوں کہ توارث حادث خود حجت نہیں، اسے معرض دلیل میں پیش کرنا فقہا کی شان سے بعید ہے، جہاں تک مجھے معلوم ہے مذاہب اربعہ اس پر متفق ہیں کہ جمعہ کی دوسری اذان منبر کے سامنے ہو، جیسا کہ ہمارے شیخ حضرت العلامہ سید محمد یوسف بنوری نوراللہ مرقدہ نے معارف السنن (۴۰۲/۴) میں نقل کیا ہے،(۱) اگر بعض مالکیوں نے اس سے اختلاف کیا ہے، تو تعامل و توارث کے مقابلے میں ان کی رائے ہمارے لیے حجت نہیں، راقم الحروف کو کتب فقہ سے جو تحقیق ہوئی، وہ عرض کردی گئی، اگر کسی صاحب کی تحقیق کچھ اور ہو، تو وہ اپنی تحقیق پر عمل فرمائیں۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۲۸۷/۳-۲۹۱)

## مسجد کی بائیں جانب اذان دینے کا رواج کیسا ہے:

سوال: علی العموم یہ جو رواج ہے کہ منبر جس پر جمعہ کا خطبہ پڑھا جاتا ہے، وہ مسجد میں داہنی جانب بنایا جاتا ہے، اس کا ثبوت احادیث سے ہے یا محض رواج ہے، اگر بائیں جانب منبر بنا کر خطبہ پڑھا جاوے تو درست ہے یا نہیں؟ اور اذان کی نسبت کیا حکم ہے اس کا رواج پنجوقتہ مسجد کی بائیں جانب پڑھنے کا ہے اس کا ثبوت احادیث سے کیا ہے؟

---

(۱) وأما كون الأذان الثانى عند الخطبة فهل يكون داخل المسجد أو خارجه؟ فظاهر كتب المذاهب الأربعة أن يكون داخله بين يدى الخطيب. (معارف السنن للمحدث البنورى: ٤٠٢/٤، طبع مكتبة بنورية، كراچى)

تنقسم هذه السنن إلى سنن متفق عليها ومختلف فيها، أما السنن المتفق عليها فهى: ... (٤) الأذان بين يدى الخطيب إذا جلس على المنبر. (الموسوعة الفقهية الكويتية، سننها: ١٨١/١٩. انيس)

الجواب

کوئی اصل (۱) یاد نہیں۔

(تتمہ اولیٰ، صفحہ:۴۱) (امداد الفتاویٰ جدید:۱/۱۷۱)

## مسجد کی مرمت کے وقت اذان کہاں سے دی جائے:

سوال: ہمارے محلّہ میں ایک مسجد ہے، اس کے جماعت خانہ کی چھت توڑ دی ہے، اس مسجد میں اذان ونماز نہیں پڑھی جاتی۔ یہ مسجد بڑے بڑے سیلاب کے وقت بھی بند نہ ہوتی تھی صرف چھت توڑنے پر امام صاحب اذان واقامت کیلئے منع کرتے ہیں مسجد کے قریب میں نماز پڑھ سکیں اتنی جگہ ہے، مورخہ ۱۷/۱۷ اپریل ۱۹۷۱ء کو نماز عشا کے بعد امام صاحب نے اعلان کیا تھا کہ آئندہ کل سے نہ جمعہ اور نہ دوسری نمازیں یہاں ہوگی۔ اور مسجد میں بورڈ بھی لگا دیا ہے، تو آپ اس بارہ میں وضاحت فرمائیں.

الجواب

صورت مسئولہ میں مسجد کے قریب ایسی جگہ ہے کہ وہاں نماز پڑھی جاسکتی ہے، تو اس جگہ جماعت سے نماز پڑھی جائے اور اذان بھی اپنے وقت پر دی جائے تاکہ معذور جو مسجد میں نہیں آسکتے (مثلاً مریض اور عورتیں) وہ گھروں میں اذان سن کر نماز ادا کریں، اور جو معذور نہیں وہ نماز باجماعت ادا کریں۔ ہاں! نماز جمعہ کے لئے جگہ ناکافی ہو تو دوسری مسجد میں ادا کی جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ:۳/۱۵)

(۱) منبر مسجد کی داہنی جانب یعنی امام کی داہنی جانب بنانا سنت ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر اسی جانب تھا۔

**يستحب أن يكون المنبر على يسار القبلة تلقاء يمين المصلى إذا استقبل كذا قاله الضميرى والدارمى والرافعي و غيرهم آه(إعلام المساجد للزركشي:٣٧٣)**

**وكان منبر رسول الله صلى الله عليه وسلم عن يمين المحراب إذا استقبلت القبلة،آه.(بذل المجهود فى حل أبى داؤد:١٧٨/٢)**

**ومن السنة أن يخطب عليه اقتداء به صلى الله عليه وسلم(بحر)وأن يكون على يسار المحراب، قهستانى.(رد المحتار:٧٧٠/١)إنما وضع فى جانب الغربى قريبًا من الحائط،اه.(زاد المعاد: ١١٦/١)** اور دیکھئے! فتاویٰ دارالعلوم:۲/۲۹۰)

دوسرے مسئلہ کے متعلق حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب دیوبندیؒ کا فتویٰ ہے کہ ”شریعت میں اس کا کچھ حکم نہیں کہ اذان بائیں جانب ہو اور اقامت داہنی جانب ہو بلکہ جس طرف اتفاق ہو اذان واقامت درست ہے کچھ کراہت کسی جانب میں نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم:۱/۶۶۔ سعید احمد)

## سہارا لیکر اذان اور بیٹھ کر اقامت مکروہ ہے:

سوال: کسے کہ طاقت در بدن نمی دارد اذان تکیہ دادہ می دہد و تکبیر نشستہ می گوید تکبیرِ او مکروہ است یا نہ؟(۱)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

درمختار میں ہے:

**(ویکره أذان جنب وإقامته وإقامة محدث لا أذانه)...(و)أذان(امرأة)وخنثٰى (وفاسق) (إلٰى قوله):(وقاعد إلا إذا أذن لنفسه)وراكب إلا لمسافر،الخ.(۲)**

اور یہ بھی درمختار میں ہے:

**والإقامة كالأذان،الخ.(۳)**

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے اذان بیٹھ کر مکروہ ہے، اقامت بھی بلا عذر بیٹھ کر مکروہ ہے اور بوجہ ضعف کے اذان تکیہ (ٹیک) دیوار وغیرہ کا لگا کر کہنا کھڑے ہو کر بلا کراہت کے درست ہے۔(۴) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۲/۱۰۴)

## بیٹھ کر اذان مکروہ تحریمی ہے:

سوال: اگر ایسے خوش الحان صحیح التلفظ لنگڑے لولے مؤذن کو (جو کھڑے ہو کر اذان دینے سے قاصر ہے) بیٹھ کر لاؤڈ اسپیکر پر یا بغیر لاؤڈ اسپیکر کے اذان کا موقعہ دیا جائے تو شرعاً صحیح ہے، یا نہیں اور وہ دوسرے مؤذنین کی موجودگی میں بھی اذان دے سکتا ہے یا نہیں؟ دوسرے مؤذنین البتہ خوش الحانی میں ذرا اس سے کم ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــ باسم ملهم الصواب

بیٹھ کر اذان کہنا مکروہ تحریمی ہے۔ اس کا اعادہ مندوب ہے۔(۵)

---

(۱) خلاصۂ سوال: ایک شخص کے بدن میں کچھ طاقت نہیں، وہ شخص سہارا لیکر اذان دیتا ہے اور تکبیر بیٹھ کر کہتا ہے، تو کیا اس کی تکبیر مکروہ ہے یا نہیں، اور اس کا یہ عمل درست ہے یا نہیں؟ انیس

(۲) الدر المختار علٰى هامش ردالمحتار ،باب الأذان،مطلب في المؤذن،الخ:١/٣٦٤۔

(۳) الدر المختار علٰى هامش ردالمحتار ،باب الأذان،مطلب في المؤذن: ١/٣٦٠،ظفير

(۴-۵) یہ عام حالات کا حکم ہے، خاص حالات میں اجازت ہے۔ عن الحسن العبدى قال:رأيت زيداً صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم وكانت رجله أصيبت في سبيل اللّٰه وهو قاعد.(مصنف ابن أبي شيبة،في الرجل يؤذن وهو جالس (ح:٢٢١٧)

(۵) عن عطاء أنه كره أن يؤذن وهو قاعد إلا من عذر. (مصنف ابن أبي شيبة،في الرجل يؤذن وهو جالس (ح:٢٢١٨)انيس)

**قال فی التنویر: ویکرہ أذان جنب (إلیٰ قولہ) وقاعد إلا إذا أذن لنفسہ ویعاد أذان جنب.**
**وفی الشرح: ندبا وقیل وجوباً.**
**وفی الحاشیۃ: (قولہ ویعاد أذان جنب، الخ) زاد القھستانی: والفاجر والراکب والقاعد والماشی، والمنحرف عن القبلۃ، وعلل الوجوب فی الکل بأنہ غیر معتد بہ والندب بأنہ معتد بہ إلا أنہ ناقص، قال وھو الأصح، کما فی التمرتاشی. (رد المحتار، باب الأذان: ۱/۳٦٥) فقط واللہ تعالیٰ أعلم**

۱۲/ذی قعدہ ۱۳۸۴ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۲/۲۷۵) ☆

## بلاضرورت بیٹھ کر اذان دینا:

سوال: اگر لنگڑا شخص بیٹھ کر اذان دے، تو مکروہ ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــ

بیٹھ کر اذان دینا مکروہ ہے۔(۱) البتہ اگر کوئی دوسرا آدمی موجود نہیں اور یہ تنہا نماز اذان دے کر پڑھنا چاہتا ہے، تو بیٹھ کر اذان دے سکتا ہے۔ **کذا فی شرح المنیۃ الکبیری حیث قال:**

**ویکرہ أن یؤذن قاعدًا إلا إذا کان لنفسہ لأن المقصود بہ مراعاۃ السنۃ لا الإعلام.** (الکبیری: ۳۲۷)

اور اگر دوسرے آدمی موجود ہوں، تو معذور کا بیٹھ کر اذان دینا مکروہ ہوگا۔ (امداد المفتین: ۲/۲۶۹)

☆ **بیٹھ کر اذان دینا:**

سوال: جو شخص کھڑے ہونے پر قدرت نہ رکھے کیا وہ بیٹھ کر اذان دے سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــ حامدًا و مصلیاً و مسلماً

اگر کوئی کھڑے ہو کر اذان دینے والا نہ ہو تو کوئی قباحت نہیں، ورنہ خلاف اولیٰ ضرور ہے۔ (فی أحسن الفتاویٰ: بیٹھ کر اذان کہنا مکروہ تحریمی ہے، اس کا اعادہ مندوب ہے۔

قال فی التنویر: ویکرہ أذان جنب (إلیٰ قولہ) وقاعد إلا إذا أذن لنفسہ ویعاد أذان جنب.

وفی الشرح: ندبا وقیل وجوبا.

وفی الحاشیۃ (قولہ: ویعاد أذان جنب، الخ) زاد القھستانی والفاجر والراکب والقاعد والماشی والمنحرف عن القبلۃ وعلل الوجوب فی الکل بأنہ غیر معتد بہ والندب بأنہ معتد بہ إلا أنہ ناقص قال وھو الأصح کما فی التمرتاشی (رد المحتار: ۱/۳٦٥) (احسن الفتاویٰ، کتاب الصلاۃ، باب الاذان والاقامۃ: ۲/۲۷۷، زکریا، دیوبند) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد حمزہ غفرلہ۔ الجواب صحیح: بندہ محمد حنیف غفرلہ ۱۴۱۴/۷/۲۱ھ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۲/۳۰۰)

(۱) احادیث کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اذان سے مطلوب لوگوں کو نماز کی اطلاع دینا ہے اور یہ کھڑے ہو کر دینے کی صورت میں واضح طور پر ادا ہوتا ہے، ساتھ ہی روایتوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ''یا بلال! قم، فناد بالصلاۃ. (الصحیح للبخاری، ح: ٦٠٤) سے کھڑے ہو کر اذان دینے کی افضلیت کا ثبوت ملتا ہے اور یہی متوارث طریقہ ہے۔ انیس

## جوتے پہنکر اذان دینا کیسا ہے:

سوال: اذان جوتے سمیت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــ

جائز ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۲۱/۲)

## اذان کے بعد مسجد سے نکلنا:

سوال: اگر کسی شخص کے مسجد میں ہوتے ہوئے اذان پڑھی جائے، اب اگر اذان کے بعد وہ شخص دوسری مسجد میں جاکر نماز پڑھنا چاہے، شرعاً کیا حکم ہے؟ اذان کے بعد بلاضرورت دوسری مسجد میں جاکر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــ حامدا ومصلیاً

اگر اس شخص پر دوسری مسجد کی جماعت کا توقف ہے کہ اگر یہ نہ جائے تو وہاں جماعت نہ ہو تب اس کو دوسری جگہ نماز پڑھنا مکروہ نہیں، وہیں جاکر نماز پڑھے، اگر اس پر توقف نہیں تو ایسی حالت میں مسجد سے نکلنا بلاضرورت مکروہ ہے۔(۲)

(۱) وینبغی لداخله تعاهد نعله وخفه وصلاته فیهما أفضل.(الدر المختار)

(قوله وصلاته فيهما)أی فی النعل والخف الطاهرين أفضل مخالفة لليهود،تاترخانية،وفی الحديث:"صلوا فی نعالكم و لا تشبهوا باليهود"رواه الطبرانی.(رد المحتار،باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها،مطلب فی أحكام المسجد:۶۱۵/۱)

جب نماز جائز ہوئی تو اذان بدرجۂ اولیٰ جائز ہوگی۔واللہ اعلم (ظفیر)

والحديث الذی ذكره العلامة ابن عابدين أخرجه الطبرانی فی المعجم الكبير،عن يعلی بن شدادبن أوس عن أبيه (ح:۷۱۶۴)انیس

عن عطاء قال:حدثت أن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم صلی فی نعليه،ثم خلعهمافوضعهماعلی يساره فلماانصرف قال:لماخلعتم نعالكم؟فقالوا:رأيناک خلعت نعليک فخلعنانعالنا،قال:إنما خلعتهماأن جبرئيل جاء نی، فقال:إن فيها خبثاًفإذا جئتم أبواب المساجد -أو المساجد-فتعاهدوهافإن كان بهاخبث فحكوها ثم ادخلوا فصلوافی نعالكم.(مصنف عبدالرزاق الصنعانی،باب تعاهد الرجل نعليه عند باب المسجد (ح:۱۵۱۴)

عن جابربن عبداللّٰه قال:قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم:صلوا فی نعالكم فإنهامن جمالكم.(المشيخة البغدادية لأبی الطاهر السلفی،مخطوطة (ح:۳۹)الجزء العشرون:۳۹/۱۹.انیس)

(۲) أبوالشعثاء قال:كنا مع أبی هريرة فی المسجد فخرج رجل حين أذن المؤذن العصرفقال أبوهريرة:أما هذا فقد عصیٰ أبا القاسم صلی اللّٰه عليه وسلم.(سنن أبی داؤد،باب الخروج من المسجدبعد الأذان،(ح:۵۳۶)

وفی حديث شريک عن المسعودی قال:أمرنا رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم إذاكنتم فی المسجد فنودی بالصلوٰة فلايخرج أحدكم حتی يصلی.(مسند الإمام أحمد،مسند أبی هريرة (ح:۱۰۹۳۴)　==

کره خروجه من مسجدٍ أذن فيه أوفى غيره حتٰى يصلي لقوله صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم:"لا يخرج من المسجد بعد النداء إلا منافق،أورجل يخرج لحاجة يريد الرجوع"،إلا إذاكان مقيم جماعة أخرىٰ كإمام و مؤذن لمسجدآخر،لأنه تكميل معنى.(مراقى الفلاح)

قال الطحطاوى:"(كإمام) قيده فى الكبيروشرح السيروغيرهما بإمام تفرق الناس بغيبته، فيفيد أنه لولم يكن بهذا المثابة لايخرج،والظاهرأن المؤذن إذاكان من يقوم مقامه عند غيبته، يكره له الخروج"أيضاً.(حاشية الطحطاوى:٢٦٥)(١)فقط واللّٰه سبحانه تعالىٰ أعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ۔(فتاویٰ محمودیہ:۳۹۳/۵-۳۹۴)

## مؤذن کا اذان کے بعد مسجد سے باہر جانا:

سوال: اذان دے کر مؤذن کا مسجد سے باہر چلے جانا اور ہوٹلوں پر بیٹھے رہنا اور نماز کا وقت ہونے پر تکبیر کہنے کے لئے واپس آنا، تکبیر سے قبل صلی اللہ علیہ وسلم یا رسول اللہ پڑھنا، پھر تکبیر کہنا کہاں تک درست ہے؟

هو المصوب

اذان کے بعد مسجد سے باہر جانا مکروہ ہے،(۲) مؤذن خود لوگوں کو نماز کے لئے بلا رہا ہے اور خود اس کے خلاف کر رہا ہے، یہ درست نہیں ہے۔ نیز تکبیر سے پہلے صلی اللہ علیہ وسلم یا رسول اللہ پڑھنے کا کوئی ثبوت شریعت مطہرہ میں موجود نہیں ہے، اسے بھی ترک کرنا لازم ہے۔

تحریر: محمد طارق ندوی۔ تصویب: ناصر علی۔(فتاویٰ ندوۃ العلماء:۳۸۱/۱-۳۸۲)

== قال الحافظ:وفيه كراهة الخروج من المسجد بعد الأذان وهذا محمول علىٰ من خرج بغيرضرورة وأما إذا كان الخروج من المسجد للضرورة فهوجائزوذلک مثل أن يكون محدثاً أوجنباً أوحاقناً أوحصل به رعاف أونحوذلک أوكان إمامًا بمسجد آخر.(عون المعبود:١٨٢/١،انيس)

(١) حاشية الطحطاوى علىٰ مراقى الفلاح،كتاب الصلاة، باب إدراک الفريضة:٤٥٧،قديمى

والحديث رواه عبدالرزاق فى مصنفه وباب الرجل يخرج من المسجد (ح: ١٩٤٦)وابن وهب فى جامعه من كتاب الصلاة (ح: ٤٥١): ٢٧٣/١،بمعناه،وأخرج أبوداؤد فى المراسيل عن سعيد بن المسيب أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال:لايخرج من المسجد أحد بعد النداء إلامنافق إلاإذا أحد أخرجته حاجة وهويريد الرجوع.(المراسيل لأبى داؤد السجستانى،ماجاء فى الأذان (ح:٢٥)/انيس)

(٢) خرج رجل من المسجد بعد ما أذن فيه بالعصرفقال أبوهريرة:أما هذا فقد عصى أباالقاسم.(سنن الترمذى،أبواب الصلاة،باب ماجاء فى كراهية الخروج من المسجد بعد الأذان:٢٠٤)

ومن دخل مسجدًا قد أذن فيه يكره له أن يخرج حتى يصلي لقوله عليه السلام: لا يخرج من المسجد بعد النداء إلا منافق أورجل يخرج لحاجة يريد الرجوع إلا إذا كان ينتظم به أمرجماعة لأنه ترک صورة تكميل معنى.(الهداية مع الفتح:٤٩١/١)

## اذان دے کر مسجد سے نکلنے کا حکم:

سوال: ایک آدمی امام مسجد بھی ہے اور دوکان پر ملازم بھی ہے، امامت کا وظیفہ کافی نہیں، وہ اذان دے کر سنتیں پڑھ کر دوکان پر چلا جاتا ہے، اور دس پندرہ منٹ بعد آکر امامت کراتا ہے، کیا یہ جائز ہے؟

الجواب

بہتر تو یہ ہے کہ اتنے مختصر سے وقت کے لئے نہ نکلا جائے، لیکن اگر چلا بھی جائے، تو چنداں کراہت نہ ہوگی، کیونکہ اسے واپس آنا ہے۔

**لحديث ابن ماجة: "من أدرك الأذان في المسجد ثم خرج لم يخرج لحاجة وهو لايريد الرجوع فهو منافق" اه.** (رد المحتار: ۲۸/۱ ۵، مطبوعه کوئٹه)(۱)**فقط والله اعلم**

محمد انور عفا اللہ عنہ، ۵/۱۱/۱۴۰۰ھ۔ الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ۔ (خیر الفتاویٰ: ۲۰۷/۲)

## اذان دے کسی مسجد میں اور نماز پڑھے کسی مسجد میں یہ فعل کیسا ہے:

سوال: عمر و ایک مسجد میں مؤذن ہے اور وہ وہاں سے اذان کہہ کر چلا جاتا ہے نماز کہیں اور پڑھتا ہے، یہ فعل کیسا ہے؟

الجواب

یہ فعل اچھا نہیں۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۸۳/۲)

## دوسرے محلے سے آکر صبح کی اذان مسجد میں دینا:

سوال: ایک مسجد شہر کے اندر واقع ہے، اور اس میں چار نمازیں با جماعت ہوتی ہیں، لیکن صبح کی نماز اور نہ ہی اذان ہوتی ہے، لیکن ایک شخص جاہل دوسرے محلے سے آکر صرف صبح کی اذان دے کر واپس اپنے محلے میں آکر محلے کی مسجد میں نماز ادا کرتا ہے، کیا یہ اس کے لیے صحیح ہے؟

الجواب

دوسرے محلے سے آکر اذان دینے والا بڑے اجر وثواب کا مستحق ہے، لیکن اس کو چاہیے کہ نماز بھی وہیں پڑھا کرے، اور محنت کر کے دو چار آدمیوں کو ہی لے کر جماعت کرالیا کرے۔ (۳) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۲۹۸/۳)

---

(۱) عن عثمان قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أدركه الأذان في المسجدثم خرج لم يخرج لحاجة وهو لايريد الرجعة فهومنافق. (سنن ابن ماجة، باب إذاأذن وأنت في المسجد فلاتخرج (ح: ۷۳٤) انيس)

(۲) والأفضل أن يكون المؤذن هو المقيم. (الفتاوىٰ الهندية، الباب الثاني في الأذان: ۵۲/۱)

أي لحديث: من أذن فهويقيم. (رد المحتار: ۳٦۷/۱، ظفير) (أبي داؤد، في الرجل يؤذن ويقيم آخر (ح: ۵۱٤) انيس)

(۳) وفي الكنز: وكره خروجه من مسجد أذن فيه حتىّٰ يصلي. (إعلاء السنن: ۸٤/۷)

## ایک مسجد میں اذان دے، دوسری میں امامت کرے یہ فعل درست ہے یا نہیں:

سوال: بکر ایک مسجد میں مؤذن ہے اور دوسری مسجد میں امام ہے، ایک مسجد میں اذان کہہ کر دوسری مسجد میں نماز پڑھاتا ہے کیا یہ جائز ہے اور اس مؤذن کے اذان کہنے میں تو کچھ نقص نہیں ہے؟

الجواب

اذان میں کچھ نقصان نہیں ہے اور دوسری مسجد کا امام ہے تو وہاں امامت کرانا درست ہے۔(۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸۴/۲)

## بوقت ضرورت ایک آدمی دو مسجد میں اذان دے سکتا ہے:

سوال: ایک آدمی کو ایک وقت میں دو مسجدوں میں اذان دینا درست ہے یا نہیں؟ اگر درست ہے تو نماز کونسی مسجد میں پڑھے؟

الجواب

اگر ضرورت ہو، درست ہے،(۲) اور جہاں چاہے نماز پڑھے۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸۷/۲۔۸۸)

## ایک مؤذن کا دو مسجدوں میں اذان دینا مکروہ ہے:

سوال: ہماری مسجد کا امام دوسری مسجد میں جا کر اذان دیتا ہے، بعض اوقات وہ سنتیں بھی وہیں پڑھ لیتا ہے۔ پھر اپنی مسجد میں آ کر اذان دیتا ہے، کیا یہ درست ہے؟

(۲) دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اذان کے بعد جا کر لوگوں کے دروازے کھٹکھٹاتا ہے۔ یا آواز دے کر لوگوں کو بلاتا ہے، کیا یہ جائز ہے؟

---

(۱) وإن أذن رجل وأقام آخر إن غاب الأول جاز من غير كراهة وإن كان حاضرًا ويلحقه الوحشة بإقامة غيره يكره وإن رضى به لايكره عندنا كذا فى المحيط. (الفتاوىٰ الهندية، الباب الثانى فى الأذان، الفصل الأول: ۵۲/۱، ظفير)

(۲) يكره له أن يؤذن فى مسجدين. (الدر المختار، فروع)

لأنه إذا صلى فى المسجد الأول يكون متنفلاً بالأذان فى المسجد الثانى، الخ. (ردالمحتار، باب الأذان، قبيل باب شروط الصلاة: ۳۷۲/۱، ظفير)

اس سے معلوم ہوا کہ مکروہ ہے مگر صورتِ مسئولہ میں چونکہ ضرورت ہے، اس لئے کراہت نہیں، پھر کوئی ضروری نہیں ہے کہ وہ کسی مسجد میں نفل کی نیت سے جماعت میں لازمی طور پر شریک ہو ہی۔ واللہ اعلم، ظفیر

(۳) البتہ بلا ضرورت ایک شخص کا دو مسجدوں میں اذان دینا فقہا نے مکروہ لکھا ہے۔

" ويكره أن يؤذن فى مسجدين لأنه يكون داعياً إلى مالايفعل". (غنية المستملى: ۳۶۱/۱، ظفير)

الجواب

في الدر المختار: يكره له أن يؤذن في مسجدين، آه. (رد المحتار: ۱/ ۲۶۸) (۱)
اس عبارت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ شخص مذکور کا ایسا کرنا مکروہ ہے، اس سے پرہیز چاہئے۔

(۲) مؤذن کا کسی اہل علم یا قاضی یا ایسے شخص کو جو دینی مصروفیت میں مشغول ہو، جا کر "الصلوٰة، يرحمك الله" کہنا جائز ہے، اسی طرح کسی پختہ نمازی کو جو نماز کی باقاعدہ پابندی کرتا ہے اور کسی وجہ سے سو گیا ہے یا غافل ہو گیا ہے، یاددہانی کرانا جائز ہے۔ (۲) اس کے علاوہ عام طور پر لوگوں کے دروازوں پر جا کر کنڈا کھٹکھٹانا ثابت نہیں، اس سے احتراز اولیٰ ہے۔ كذا في الدر المختار وشرحه. (۱/ ۳۷۲) فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ۔ ۱۷/ ۴/ ۱۳۷۶ھ۔ (خیر الفتاویٰ: ۲/ ۲۰۰)

## ایک مؤذن کا دو مسجدوں میں اذان دینا:

سوال: ایک مؤذن دو مسجدوں میں اذان کہتا ہے، یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

یہ اچھا نہیں مکروہ ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲/ ۹۹)

---

(۱) الدر المختار على صدر رد المحتار، باب الأذان، فروع، قبيل باب شروط الصلاة/
ويكره أن يؤذن في مسجدين ويصلي في أحدهما) لأنه بعد ما صلى يكون متنفلا بالأذان في المسجد الثاني، والتنفل بالأذان غير مشروع ولأن الأذان مختص بالمكتوبات فإنما يؤذن ويقيم من يصلي المكتوبة على أثرهم وهو في المسجد الثاني يصلي النافلة على أثرهما. (المبسوط للسرخسي، قبيل أذان السكران والمجنون: ۱/ ۱٤۰. انيس)

(۲) (قوله: التثويب الخ) هذا هو التثويب المحدث وإنما اختص بالفجر لاختصاصه بوقت يستحب فيه النوم فاستحب زيادة الإعلام ولم يرعامة مشايخنا اليوم بأساً في الصلوات كلها لتغير أحوال الناس. (النافع الكبير شرح الجامع الصغير، باب في صلاة المرأة: ۱/ ۸٤. انيس)
ومن ثم قيل: إن تثويب كل بلدة ما تعارفوه كتنحنح أو قامت قامت أو الصلاة الصلاة ولو أحدثوا إعلاماً مخالفاً لذلك جاز، كذا في المجتبىٰ، وإطلاقه يفيد أنه في كل الصلوات وهو الذي استحسنه المتأخرون لظهور التواني في الأمور الدينية لا فرق بين الحاكم وغيره وهذا قول محمد، قيل والإمام، وخص الثاني بمن يشتغل بمصالح العامة كالقاضي والمفتي والمدرس واختاره القاضي خان وغيره. (النهر الفائق شرح كنز الدقائق، باب الأذان: ۱/ ۱۷۷. انيس)

(۳) يكره له أن يؤذن في مسجدين. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب الأذان، فروع: ۱/ ۳۷۲، ظفير)

## ایک ہی وقت میں ایک شخص کا دو مسجدوں میں اذان دینے کا حکم:

سوال: اگر کوئی مؤذن یا امام بلا کسی طمع کے کئی مسجدوں میں ایک وقت کی اذان کہے تو کیسا ہے؟

الجواب ______________

في الدر المختار، باب الأذان: يكره له أن يؤذن في مسجدين.

في رد المحتار: لأنه إذا صلى في المسجد الأول يكون متنفلا بالأذان في المسجد الثاني و التنفل بالأذان غير مشروع ولأن الأذان للمكتوبة وهو في المسجد الثاني يصلي النافلة فلاينبغي أن يدعو الناس إلى المكتوبة وهو لايساعدهم فيها، آه. (بدائع: ١/١٥٤)(١)

۲۶/محرم ۱۳۳۳ھ (تتمہ ثالثہ، صفحہ: ۱۰) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۱۷۲)

## ایک شخص کا دو مسجدوں میں اذان دینا:

سوال: ایک مسجد محلۂ ہنود میں ہے، نہ وہاں پر مسافر کا گزر ہوتا ہے، نہ قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مسجد ہے اور ایک شخص دوسری مسجد کا امام نماز کے بعد اس لئے اذان پڑھ دیتا ہے کہ یہ مسجد ویران نہ ہو، اور ہنود اس میں بُری حرکت نہ کرنے پائیں؟

الجواب ______________

دو مسجدوں میں اذان کہنا ہے تو مکروہ، مگر چونکہ کسی مسجد میں اذان کا ترک ہو جانا موجبِ اندیشہ ہے۔ اس واسطے اس میں قواعد سے گنجائش ہوسکتی ہے، مگر کوئی جزئیہ نہیں ملا۔ واللہ اعلم

احقر عبدالکریم عفی عنہ۔ ۶/شوال ۱۳۴۸ھ۔ الجواب صحیح: ظفر احمد عفی عنہ۔ (امداد الاحکام: ۱/۴۸)

## ایک شخص کا دو مسجدوں میں اذان دینا مکروہ ہے:

سوال: مسئلہ درمختار میں لکھا ہے کہ ایک شخص کو ایک وقت میں دو مسجدوں میں اذان کہنا مکروہ ہے، اور ''رکن الدین'' کتاب میں لکھا ہے کہ اذان کے بعد نماز اس مسجد میں نہ پڑھے، تو دوسری مسجد میں اذان کہنا مکروہ نہیں۔ ان دونوں میں سے صحیح مسئلہ کونسا ہے؟

(المستفتی: نظیر الدین امیر الدین (امیزہ، ضلع مغربی خاندیس)

---

(۱) خلاصہ جواب: ایک مؤذن کا دو مسجدوں میں اذان دینا مکروہ ہے۔ جس مسجد میں فرض پڑھے وہیں اذان دے۔ (بہشتی گوہر: ۲۸۔ سعید پالنپوری)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

ہاں اگر اذان کے بعد نماز اس مسجد میں نہ پڑھے، تو دوسری مسجد میں اذان کہنا مکروہ نہیں، یہی مطلب درمختار کی عبارت کا ہے۔(۱) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔ (کفایت المفتی:۶۰/۳)

## ایک شخص کا ایک مسجد میں اذان کے بعد دوسری مسجد میں مائک پر اذان:

سوال: میں نے کسی کتاب میں پڑھا ہے کہ "ایک مسجد کے امام کا دوسری مسجد میں اذان پڑھنا مکروہ ہے" کیا ایسا ہی ہے؟ وجۂ استفسار یہ ہے کہ عمر ایک مسجد میں مستقل امام ہے، دوسری مسجد میں چونکہ مائک ہے، عمر کی آواز بھی اچھی ہے تو اپنی مسجد کے علاوہ دوسری مسجد میں مائک سے اذان پڑھ کر اپنی مسجد میں جا کر نماز پڑھاتا ہے۔ تو کیا بلا کراہت جائز ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامدا و مصلیاً

جس میں اذان دے اس مسجد کا حق ہو جاتا ہے کہ نماز بھی وہیں پڑھے، بلکہ جو شخص اذان دے حدیث میں ہے کہ وہی اقامت کہے۔

"من أذن فهو يقيم". (۲)

اس لئے صورت مسئولہ غلط ہے، اس کی اصلاح کی جائے کہ مؤذن کوئی دوسرا مقرر کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۴۰۰/۵)

## دو مسجدوں میں اذان دینے والا نماز کہاں ادا کرے:

سوال: ایک شخص ایک مسجد میں اذان دیتا ہے فجر کی، اور وہی شخص اس مسجد میں اذان دینے کے بعد دوسری مسجد میں اذان دے کر وہیں نماز پڑھاتا ہے، تو آیا اس شخص کو پہلی مسجد میں نماز پڑھنا چاہیئے یا دوسری مسجد میں اور اگر دونوں میں پڑھنا جائز ہے تو آیا کس مسجد میں اس کے لئے نماز پڑھنا افضل ہے؟

(۱) يكره له أن يؤذن في مسجدين. (الدر المختار) وفي الشامية: "لأنه إذا صلى في المسجد الأول يكون متنفلاً بالأذان في المسجد الثاني، والتنفل بالأذان غير مشروع، ولأن الأذان للمكتوبة وهو في المسجد الثاني يصلي النافلة فلا ينبغي أن يدعو الناس إلى المكتوبة، وهو لا يساعدهم فيها، آه، بدائع. (باب الأذان: ۴۰۰/۱، ط، سعيد كمپنى)

(۲) سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب الرجل يؤذن ويقيم آخر: ۸۳/۱، إمدادية، ملتان
أيضاً حاشية: ۱.

الجواب ـــــــــــــــ حامدًاو مصلیًا

مؤذن کو چاہئے کہ جس مسجد میں اذان دے اسی مسجد میں نماز بھی ادا کرے، اس لئے کہ افضل یہ ہے کہ مؤذن ہی مکبر ہو۔(۱)

**"والأفضل أن یکون المؤذن المقیم"**. (الفتاویٰ الهندیة: ۵٤/۱)

لیکن دوسری مسجد میں اگر کوئی مؤذن نہ ہو تو یہی مؤذن وہاں بھی اذان دے سکتا ہے البتہ ایسی صورت میں مسجد ثانی میں نماز ادا کرے اس لئے کہ مسجد اول میں نماز پڑھنے کے بعد مسجد ثانی میں اسی مؤذن کا اذان دینا مکروہ ہے۔

**"ویکره أن یؤذن فی مسجدین" الکراهة مقیدة بما إذا صلی فی الأول، کما فی البحر**. (الطحطاوی علی الدر المختار: ۱۸۹/۱)

**ویکره أن یؤذن فی مسجدین؛ لأنه یکون فی أحدهما داعیاً إلٰی مالا یفعل، آه**. (الکبیری: ۳٦۱)

**لأنه إذا صلی فی المسجد الأول یکون متنفلاً بالأذان فی المسجد الثانی والتنفل بالأذان غیر مشروع ولأن الأذان للمکتوبة وهو فی المسجد الثانی یصلی النافلة فلاینبغی أن یدعو الناس إلی المکتوبة وهو لایساعدهم فیها آه. بدائع الصنائع**. (رد المحتار: ۲٦۸/۱) **فقط واللّٰه تعالٰی أعلم بالصواب**

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی۔ (حبیب الفتاویٰ: ۲/۲٦۷)

## متعدد آدمیوں کا اذان دینا:

سوال: تین آدمی ایک ساتھ ہو کر رمضان المبارک میں مغرب اور عشا کی اذان دیتے ہیں، وجہ یہ ہے کہ بہت سے روزہ دار افطار کے وقت اذان کے منتظر رہتے ہیں، اس لئے تین آدمی مل کر ایک ساتھ اذان دیتے ہیں، اس پر کیا فتویٰ ہے؟

الجواب ـــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

ضرورت کے وقت چند آدمیوں کا ایک ساتھ ایک مسجد میں اذان دینا درست ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۹۰/۹/۲۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۹٦/۵)

---

(۱) عن زیاد بن الحارث الصدائی قال: لماکان أول أذان الصبح أمرنی یعنی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فأذنت فجعلت أقول أقیم یارسول اللّٰه فجعل ینظر إلی ناحیة المشرق من الفجرفیقول لاحتی طلع الفجر، نزل فبرز ثم انصرف إلیّ وقد تلاحق أصحابه یعنی فتوضأ فأراد بلال أن یقیم فقال له نبی اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم إن أخا صداء هوأذن ومن أذن فهویقیم قال فأقمت. (سنن أبی داؤد، باب فی الرجل یؤذن ویقیم آخر (ح: ۵۱٤) انیس)

(۲) "وأما الأذان الأول فقد صرح فی النهایة بأنه المتوارث حیث قال فی شرح (قوله: وإذا أذن المؤذنون الأذان الأول ترک الناس البیع): ذکر المؤذنین بلفظ الجمع ==

## ایک ہی وقت میں کئی اذانوں کا حکم:

سوال: ہمارے شہر میں ایک مسجد ایسی ہے، جس میں عشا کی اذان کے بعد اقامت سے پہلے تمام نمازی مع امام صاحب پہلی صف میں اپنی اپنی جگہ کھڑے ہوکر اذان دیتے ہیں اور مسجد کے چاروں کونوں میں پھونک مارتے ہیں، اس کے بعد اقامت ہوتی ہے اور نماز شروع کرتے ہیں۔ کیا عندالشرع ایسا کرنا جائز ہے اور اس کا کوئی ثبوت ہے اور ایسا کرنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

عشا کی اذان اور اقامت کے درمیان متعدد بار اذان کہنا عندالشرع اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ یہ اپنی جانب سے اختراع اور بدعت ہے، اذان صرف فرض نماز کے لئے مشروع ہے، اس کے علاوہ اذان کی سنیت ثابت نہیں۔

**قال الحصكفي: لأنه سنة للصلوٰة حتى يبرد به لا للوقت (لا) يسن (لغيرها) كعيد.** (الدر المختار علىٰ صدر ردالمحتار: ۳۸٤/۱، باب الأذان، كتاب الصلوٰة)(۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۴۶/۳-۴۷)

## جاہل جمع ہوکر تنہا تنہا نماز پڑھیں تو کیا اذان نہیں ہے:

سوال: مسجد میں دو چار آدمی جمع ہوتے ہیں اور سب جاہل ہیں امامت کے قابل کوئی نہیں سب علاحدہ علاحدہ نماز پڑھتے ہیں۔ ایسی حالت میں اذان پڑھنا چاہئے یا نہیں اور امامت کے ساتھ نماز پڑھی جائے یا علاحدہ علاحدہ؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

بحالت مذکورہ اذان نہ چھوڑی جائے، جماعت ہو یا نہ ہو۔(۲) اول تو جماعت ضرور کرنی چاہئے، امامت کے لائق

==

إخراجاً للكلام مخرج العادة، فإن المتوارث فيه اجتماعهم لتبلغ أصواتهم إلىٰ أطراف المصر الجامع آه، ففيه دليل علىٰ أنه غير مكروه، لأن المتوارث لايكون مكروهاً، وكذلك نقول فى الأذان بين يدى الخطيب، فيكون بدعة حسنة؛ إذ ما رآه المؤمنون حسناً فهو عند اللّٰه حسن آه، ملخصاً.

أقول: وقد ذكر سيدى عبد الغنى المسألة كذلك أخذًا من كلام النهاية المذكور، ثم قال: ولاخصوصية للجمعة؛ إذ الفروض الخمسة تحتاج للإعلام". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب فى أذان الجوق: ۳۹۰/۱، سعيد)

(۱) وفى الهندية: الأذان سنة لأداء المكتوبات بالجماعة كذا فى فتاوىٰ قاضى خان. وليس لغير الصلوٰات الخمس و الجمعة نحو السنن و الوتر إلىٰ اٰخره. (الفتاوىٰ الهندية: ۵۳/۱، باب الأذان)

(الأذان سنة للصلوات الخمس و الجمعة لاسواها للنقل المتواتر. (الهداية، باب الأذان)

یعنی پانچوں نمازوں اور جمعہ کے علاوہ وتر، عیدین، جنازہ، کسوف، استسقاء، تراویح اور سنن زوائد کے لئے اذان دینا سنت نبوی سے ثابت نہیں ہے۔ انیس

(۲) الأذان سنة للصلوات الخمس و الجمعة لاسواها. (الهداية، باب الأذان: ۸۲/۱، ظفير)

کوئی ہو یا نہ ہو، جاہلوں کا امام جاہل ہوسکتا ہے ۔(۱) جماعت سنت مؤکدہ قریب بواجب ہے، بلاعذر جماعت نہ چھوڑی جائے ۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۱۱۷)

## اذان کے وقت اور اذان دینے کے درمیانی وقفہ کے دوران دنیا کی بات چیت کرنا:

سوال: درمیان کلمات اذان کے مؤذن جو وقفہ لیتا ہے، اس میں بات دنیا کی جائز ہے یا نہیں؟ اور کچھ ثواب میں کمی ہوگی یا نہیں؟

الجواب

دنیا کی بات اثناء سکوت مؤذن بھی درست ہے اور جب اذان کہہ رہا ہو؛ اس وقت بھی درست ہے، مگر ثواب گھٹ جاتا ہے۔(۳) واللہ تعالیٰ اعلم (تالیفات رشیدیہ:۲۶۰)

## مؤذن کی موجودگی میں دوسرے شخص کا اذان کہنا:

سوال: ایک شخص عرصے سے مسجد کی خدمت یعنی اذان پڑھنی، تکبیر کہنی، مسجد کی صفائی دیکھ بھال وغیرہ بے غرض حسبۃً للہ باجازت مؤذن انجام دیا کرتا تھا، وہی نہیں بلکہ اس شخص کے باپ کا بھی یہی حال تھا۔ بعض خود غرض دشمنوں نے مسجد کے ممبران کمیٹی سے شکایت کی، ممبران میں سے بعض انگریزی داں اور وکیل بھی ہیں۔ وہ وکیل صاحبان یہ فرماتے ہیں کہ ہم اللہ کے سامنے کیا جواب دیں گے، یہ کہہ کر اس شخص کو نیک کام سے رکوا کر محروم کر دیا، کیا یہ فعل ممبران کمیٹی کو جائز ہے یا نہیں؟

(المستفتی نمبر:۲۶۰۰ نورالٰہی صاحب (دہلی) ۶/ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ/۱۵/مئی ۱۹۴۰ء)

(۱) إمامة الأمي قوماً أميين جائزة، كذا في السراجية. (الفتاویٰ الهندية، باب الإمامة: ۱/۸۰، ظفير)

(۲) الجماعة سنة مؤكدة الخ وفي البدائع: تجب على الرجال العقلاء البالغين الأحرار القادرين على الصلوٰة بالجماعة من غير حرج. (الفتاویٰ الهندية، باب الإمامة: ۷۷/۱. ظفير)

(۳) یعنی دوران اذان مؤذن کا گفتگو کرنا مکروہ ہے، اذان سننے والے کے لیے جائز ہے۔ البتہ بہتر ہے مؤذن اور سننے والا دونوں بات نہ کرے، بلکہ مؤذن کلمات اذان کی ادائیگی پر دھیان دے اور سننے والا خاموشی کے ساتھ کلمات اذان کو سن کر اس کا جواب دے۔

عن أبي حنيفة عن حماد عن إبراهيم أنه قال في المؤذن: يدخل أصبعيه في أذنيه ويستقبل القبلة بالشهادة ويدور إذا فرغ من الشهادة، قال حماد: سألت إبراهيم أ يتكلم المؤذن في أذانه و إقامته فلم يقل: يتكلم، ولم يقل: لايتكلم ، و أنا أكره له أن يتكلم. (الآثار لأبي يوسف، باب الأذان: ۱۹/۱ (ح:۸۸)

عن إبراهيم قال: كانوا يكرهون للمؤذن إذا أخذ في أذانه أن يتكلم حتى يفرغ. (مصنف عبدالرزاق الصنعاني، باب الكلام بين ظهراني الأذان (ح:۱۸۰۹)

عن أبي عامر المزني وعن ابن سيرين أنهما كرها أن يتكلم حتى يفرغ. /عن الشعبي أنه كره الكلام في الأذان. (مصنف ابن أبي شيبة، من كره الكلام في الأذان (ح:۲۲۰۴-۲۲۰۷) انیس)

الجواب

اگر کوئی شخص حسبۃ للہ مسجد کی خدمت صفائی، نگرانی وغیرہ کرے تو وہ ثواب کا مستحق ہے،(۱) اور اگر مؤذن مقرر نہ ہو تو اذان و اقامت کہنی بھی موجب ثواب ہے،(۲) لیکن اگر مؤذن مقرر ہے تو پھر اذان و اقامت مؤذن کا حق بلکہ اس کا منصبی فریضہ ہے، اگر ممبران کمیٹی مؤذن سے مواخذہ نہ کریں کہ وہ خود اذان کیوں نہیں کہتا تو مؤذن دوسرے شخص کو اذان و اقامت کی اجازت دے سکتا ہے اور اس کی اجازت سے دوسرا شخص اذان و اقامت کہہ سکتا ہے، لیکن اگر کمیٹی مؤذن سے اذان نہ کہنے پر مواخذہ کرے تو کمیٹی کو اس کا حق ہے اور مؤذن کو بھی حق ہے کہ وہ خود اذان کہنے پر اصرار کرے اور دوسرے شخص کو اجازت نہ دے، ایسی حالت میں اس شخص کو جو حسبۃ للہ اذان کہنا چاہتا ہے، کمیٹی کے قاعدے میں اور مؤذن کے فرض منصبی کی انجام دہی میں مداخلت نہ کرنی چاہئے۔ بلکہ اگر وہ اس ثواب کو حاصل کرنے کا آرزومند ہے تو کسی ایسی مسجد میں جہاں مؤذن تنخواہ دار مقرر نہ ہو اذان کہہ کر یہ فضیلت حاصل کرنا چاہئے۔(۳)

(کفایت المفتی: ۵٦/۳)

---

(۱) عن أنس قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: عرضت علی أجور أمتی حتی القذاة یخرجها الرجل من المسجد وعرضت علی ذنوب أمتی فلم أر ذنباً أعظم من سورة أو آیة من القرآن أوتیها رجل ثم نسیها.(أخبار مکة للفاکهی، ذکر الوضوء فی المسجد الحرام (ح: ۱۲۸۹)/سنن أبی داؤد، باب فی کنس المسجد (ح: ٤٦۱)/سنن الترمذی، باب: ۱۹ (ح: ۲۹۱٦)/ مسند البزار، مسند أبی حمزة أنس بن مالک (ح: ٦۲۱۹)/مسند أبی یعلی الموصلی، عن أنس بن مالک (ح: ٤۲٦۵)/الصحیح لابن خزیمة، باب فضل إخراج القذی من المسجد (ح: ۱۲۹۷)/شعب الإیمان، فصل فی تعلم القرآن (ح: ۱۸۱٤) انیس)

(۲) عن زید بن أرقم قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: بلال سید المؤذنین یوم القیامة ولا یتبعه إلا مؤمن، والمؤذنون أطول الناس أعناقاً یوم القیامة.(مصنف ابن أبی شیبة، فی فضل الأذان وثوابه (ح: ۲۳٤۳) انیس)

(۳) أقام غیر من أذن بغیبته أی المؤذن لایکره مطلقاً وإن بحضوره کره إن لحقه وحشة، الخ. (الدر المختار) "أی بأن لم یرض به"، الخ.(رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الأذان: ۳۹۵/۱، ط سعید کمپنی)

<u>شرائط اذان:</u>

نیچے لکھی باتوں کے پائے جانے کے بعد ہی اذان صحیح ہوگی۔

۱۔ اذان کے الفاظ اس طرح مسلسل کہے جائیں کہ اس کے درمیان نہ دیر تک خاموش رہے اور نہ زیادہ دوسری باتیں کہے۔(الفقه علی المذاهب الاربعة: ۳۱٤/۱)

۲۔ اذان عربی زبان میں ہو اگر دوسری زبان میں اذان دے اور لوگ نہ سمجھیں تو صحیح نہیں ہے۔(الفقه علی المذاهب الاربعة: ۳۱٤/۱)

۳۔ پوری اذان وقت داخل ہونے کے بعد ہو۔ وقت سے پہلے مکروہ تحریمی ہے۔(الفقه علی المذاهب الاربعة: ۳۱٤/۱)

۴۔ پوری اذان ایک آدمی دے، بعض حصہ ایک شخص دے اور بعض حصہ دوسرا تو صحیح نہیں ہے۔ ایک سے زیادہ آدمی پوری پوری اذان دے تو صحیح ہے لیکن بلا ضرورت چند آدمیوں کا اذان دینا خلاف سنت اور قابل ترک ہے۔(الفقه علی المذاهب الأربعة: ۳۱٤/۱)(طہارت اور نماز کے تفصیلی مسائل۔ انیس)